بارگاہِ
رسولؐ
میں
ساحل احمد

بارگاہِ رسولؐ میں

مرتبہ

ساحل احمد

بہ اہتمام

اپلائیڈ پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ

بارگاہِ رسولؐ میں

ترتیب

پیش لفظ

نعت اُردو شاعری کی وہ پاک و دلنشیں صنفِ سخن ہے جس میں رسول اکرمؐ کی مدح و ستائش بہت احترام و عقیدت کے ساتھ کی جاتی ہے۔ خدائے قدوس نے بھی اپنے حبیبؐ کی مدح فرمائی ان پر درود بھیجا اور تمام جن و انس اور فرشتوں کو بھی درود و سلام بھیجنے کی تاکید فرمائی۔ رسول مقبولؐ کی شان اقدس میں پہلا قصیدہ عربی شاعر میمونؔ بن قیس سے منسوب ہے۔ اس محترم شاعر کے بعد ایک سلسلۂ مبارکہ ہے جو عربی و فارسی سے اُردو تک موجود ہے۔ یہ وہ صنفِ سخن ہے جس کی پذیرائی اہلِ حرم ہی نے نہیں، پرستارانِ دیر نے بھی کی ہے۔ صرف غزل کے فارم کو ہی نہیں قصیدہ، مثنوی، رباعی، قطعہ، مربع، مخمّس، مسدّس، ترجیع بند، ترکیب بند، مستزاد، دوہا اور دوسرے آزاد و نثری پیکروں کو بھی وسیلۂ اظہار بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

نعت گوئی کی پاک صفات اور تخلیقی مدّ و جزر کو پاکستانی شعراء نے امکانی زاویے دیئے ہیں اور اس کی ادبی حیثیت کے تعیّن میں مدد لی ہے۔ مرثیہ کی طرح نعت گوئی بھی ادب کا ایک لازمی جزو ہے۔ اس کی طرف سے بے اعتنائی کا رویّہ اختیار کرنا

شانِ محمدیؐ کے خلاف ہے۔

ایسی احتیاط طلب صنفِ سخن کے لیے بہت نظم و ضبط کی ضرورت ہوتی ہے۔ مدحِ رسولؐ میں کوئی بات خلاف قرآن و حدیث نہ ہو۔ کلام اللہ میں مقامات و درجات رسولؐ کے متعلق جو نوری نشانیاں نظر آتی ہیں، بزرگانِ سلف نے اپنے خیالات کی ترتیب و تدوین کے وقت انہیں ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ بزرگان اور اکابرین کے اسی سلسلۂ مبارکہ کو قدرے زیادہ بسیط معنوں میں وسیع کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ ان جدید نعتوں نے فکر و خیال کی نئی سمتوں اور نئی جہتوں کا بھی تعین کیا اور ادبیت کی وہ خوشبو پیدا کی جو انتہائی جامع اور بسیط ہے۔

۱۲۴ شعراء کی ۱۵۲ نعتوں پر مشتمل اس مجموعہ میں اقبالؔ، اقبال سہیل، اختر شیرانی، جمیل مظہری، خلیل الرحمٰن اعظمی، صلاح الدین محمود، ضیاء القادری، ظفر اقبال، عروج زیدی، عبدالعزیز خالد، عمیق حنفی، قتیل دانا پوری، قیصر قلندر، مظفر وارثی، ماہر القادری، ناصر کاظمی، نعیم صدیقی اور یزدانی جالندھری وغیرہ کا کلام بھی شامل ہے۔

خیال تھا کہ نعتیہ شاعری پر ایک مبسوط مقالہ بھی سپردِ قلم کروں اور قارئین کی نذر خدمت کی سعادت پاؤں مگر ضخامت بڑھ جانے کی وجہ سے یہ توقع پوری نہیں ہو سکی۔ انشاء اللہ "نعتیہ ادب اور اس کی تاریخ" میں یہ کمی پوری کی جائے گی۔

ساحل احمد

شیرازہ ہوا ملّتِ مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے

وہ لذّتِ آشوب نہیں بحرِ عرب میں
پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے

ہر چند ہے بے قافلہ و راحلہ و زاد
اس کوہ و بیاباں سے حدی خوان کدھر جائے

اس راز کو اب فاش کر اے رُوحِ محمدؐ
آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

اقبال سہیل

احمدؐ مرسل، فخرِ دو عالم، صلی اللہ علیہ وسلم
مظہرِ عالم، مرسل خاتم، صلی اللہ علیہ وسلم

فرد جماعت، امر و اطاعت، کسبِ قناعت، عفو و شجاعت
حل کیے جو اسرار تھے مبہم، صلی اللہ علیہ وسلم

صدقے جس کی خاک قدم پہ، تختِ فریدوں تختِ سکندر
سطوتِ کسریٰ، شان کئے و جم، صلی اللہ علیہ وسلم

فقر و غنا دونوں کا سلطاں، روح و جسد دونوں کا درماں
دین کا اور دنیا کا سنگم، صلی اللہ علیہ وسلم

صدر امم، سلطان مدینہ، وہ جس کے کفِ پا کا پسینہ
گل کدۂ فردوس کی شبنم، صلی اللہ علیہ وسلم

اختر شیرانی

اگر اے نسیم سحر ترا ہو گذر، دیارِ حجاز میں
مری چشم تر کا سلام کہنا، حضور بندہ نواز میں
تمھیں حد عقل نہ پا سکی، فقط اتنا حال بتا سکی
کہ تم ایک جلوۂ راز تھے جو عیاں تھا رنگِ حجاز میں
عجب اک سرور سا چھا گیا، میری روح و دل میں سما گیا
ترا نام ناز سے آ گیا، مرے لب پہ جب بھی نماز میں
نہ جہاں میں راحتِ جاں ملی، نہ متاع امن و اماں ملی
جو دوائے دردِ نہاں ملی، تو ملی بہشت حجاز میں
کروں نذر نغمۂ جاں فزا، میں کہاں سے اختر غم نوا
کہ سوائے نالۂ غم نہیں، مرے دل کے غم زدہ ساز میں

احسن زیدی

چمن میں دستِ صبا گل فشاں ہے انؐ کے لیے
ظہورِ صنعتِ ربِّ جہاں ہے انؐ کے لیے
زمیں کا فرش ہے زیرِ قدم تو اُن کے طفیل
سروں پہ پھیلا ہوا آسماں ہے ان کے لیے
طلوعِ مہر منوّر ہوا ہے ان کے سبب
دیارِ شب میں رہِ کہکشاں ہے ان کے لیے
یہ کوہسار، یہ سبزہ، یہ چاندنی، یہ شفق
یہ رنگ و نور کا دریا رواں ہے ان کے لیے
ہے نقدِ دیدہ و دل، فرشِ راہ ان کے حضور
متاعِ سلطنتِ جسم و جان ہے ان کے لیے
ہے بے مثال جہاں بھر میں ذاتِ پاک ان کی
مکاں ہے ان کے لیے لامکاں ہے ان کے لیے

احمد ندیم قاسمی

علاج گردشِ لیل و نہار تُو نے کیا
غبارِ راہ کو چھو کر بہار تُو نے کیا

ہر آدمی کو تشخص ملا ترے دَم سے
جو بے شمار تھے، ان کو شمار تو نے کیا

اُٹھا کے قعرِ مذلت سے ابنِ آدم کو
وقار تو نے دیا، باوقار تو نے کیا

اگر غریب کو بخشے حدود لا محدود
تو قصرِ شاہ کو بھی بے حصار تو نے کیا

جنھیں گماں تھے بہت اپنی سرفرازی کے
بہ یک نگاہ انھیں خاکسار تو نے کیا

دل و دماغ کے سب چاند ہو چکے تھے غروب
یہ وہ اُفق ہے، جسے تابدار تو نے کیا

جمالِ قول و عمل ہو کہ حُسنِ صدق و صفا
خدا نے جو بھی دیا، پائدار تو نے کیا

جب اُن کے نطق کو پہونچی ترے یقین کی آنچ
جو بے زباں تھے، انھیں شعلہ بار تو نے کیا

یہ لطفِ غالب و اقبالؔ تک نہیں محدود
ندیمؔ کو بھی صداقت نگار تو نے کیا

اطہر کمالی

خلدِ بریں میں ہے، نہ حریمِ خدا میں ہے
جو کیفِ سرمدی حرمِ مصطفیٰؐ میں ہے
کانوں میں آرہی ہیں صدائیں بلالؓ کی
اب تک دلِ اویسؓ کی دھڑکن فضا میں ہے
ماحول میں ہے سینۂ صدیقؓ کا گداز
فاروقؓ کے جلال کا پرتو فضا میں ہے

حلم و حیائے جامعِ قرآں ہے عطر بیز
انفاس بوتراب کی نکہت فضا میں ہے

بیٹھا ہوا ہوں گنبدِ خضرا کے سامنے
لرزہ سا پے بہ پے مرے دستِ دعا میں ہے

میرے نیازِ شوق کے آنسو گواہ ہیں
سوز و گداز قلب کی لرزش نوا میں ہے

اللہ رے کرم کہ میں عاصی تو ہوں مگر
نازِ قبولیت بھی مری التجا میں ہے

جس کو بجھا نہ پائیں گی باطل کی آندھیاں
وہ نور وہ فروغ چراغِ حرا میں ہے

آقا وقارِ ملّتِ بیضا کی خیر ہو
یہ شمسِ نور راہ گزارِ ہوا میں ہے

اسلامیانِ دہر کے ہر مسئلے کا حل
سرکار ہی کے ناخنِ عقدہ کشا میں ہے

اظہرؔ کو خاک پائے مبارک ملے حضورؐ
اک عمر سے وہ خواہشِ خاکِ شفا میں ہے

اعجاز فاروقی

وہ افق کی سمت بہتا ہوا صحرائے بسیط
آسمانوں کی طرف اُڑتی ہوئی ریت کے مثال

وہ ہر اک ذرّے میں خورشید درخشاں کا طلوع
رات کے ماتھے پہ وہ چاندی کا جھومر
اس کی زلفوں میں چٹکتی ہوئی افشاں
فرش پر اُونچے کھجوروں کے ستوں
منتظر ہے نور کے عرش کو شاخوں پہ بٹھانے والے
مگر انسان تھا ان روشنیوں کا دشمن
لفظ پتّھر تھے بتوں کی مانند
اور وہ آیا
وہ اک نور کی کملی اوڑھے
اس کی آنکھوں سے شعاعیں برسیں
ریت کی دھند چھٹی
اس کے ہونٹوں سے ترنم کی وہ لہریں پھوٹیں
لفظ پھر زندہ ہوئے
لفظ جن میں ہے خدا کا سایا
لفظ جن میں تیری میری تصویر

انور محمود خالد

اے شہِ دو جہان تیرے لیے
یہ زمیں آسمان تیرے لیے
شوکتِ ایں و آن تیرے لیے
ہر زمان و مکان تیرے لیے
وقف میری زبان تیرے لیے
یہ جواہر کی کان تیرے لیے
شبِ اسریٰ خدا نے آپ کیا
فاصلہ دو کمان تیرے لیے
منبعِ نور، مصدرِ رحمت
منتظر ہے جہان تیرے لیے

تو ہے صبحِ ازل کی پہلی کرن
جلوہ گہہ، خاک دان تیرے لیے
ہر انا تیری ذات کا پرتو
آئینوں کا جہان تیرے لیے
وائے وہ دن کہ سارے مکّہ میں
تھی نہ جائے امان تیرے لیے
راحتیں ساری کافروں کے لیے
ہر گھڑی امتحان تیرے لیے
اور پھر وہ بھی ساعتیں آئیں
جھک گیا آسمان تیرے لیے
سروری ذاتِ حق کو زیبا ہے
وَرَفَعنَا کی شان تیرے لیے
ہو نہ مر کر بھی حق ادا مولا
یہ ہے دل یہ ہے جان تیرے لیے
وقف اب سانس کے اکھڑنے تک
میرا حُسنِ بیان تیرے لیے

پھر رواں فکر کا اس سمت سفینہ دیکھوں
ساحلِ چشم سے انوارِ مدینہ دیکھوں

چپّے چپّے پہ نقوشِ کفِ پا ہیں ان کے
ذرّے ذرّے کی ہتھیلی پہ دفینہ دیکھوں
ایک پیمانِ وفا، غارِ حرا سے اب تک
منتقل ہوتے ہوئے سینہ بہ سینہ دیکھوں
اُن کے احوال، نمونہ بنی آدم کے لیے
اُن کے اقوال میں انمول خزینہ دیکھوں
ان کو پاؤں تو کسی اور کی خواہش نہ کروں
ان کو دیکھوں تو کوئی اور کبھی نہ دیکھوں
کبھی دیکھوں وہ پھڑکتی ہوئی رگ ابروِ یمہ
اور کبھی روئے مبارک پہ پسینہ دیکھوں
ان کی سیرت میں رنگا جاؤں تو جنّت پاؤں
ان کی تقلید میں جینے کا قرینہ دیکھوں
"میرے محبوب!" کہا رب نے یہ معراج کی رات
"آمرے پاس، تجھے زینہ بہ زینہ دیکھوں"
حرمِ پاک سے تا روضۂ اقدسؐ خالد
پا برہنہ جو چلوں، دن نہ مہینہ دیکھوں

امیدؔ فاضلی

کبھی یٰسین مزّمل کبھی طٰحٰہ لکھوں
زندہ جب تک رہوں نعتِ شہؐ والا لکھوں

وصف آئینہ ہے خود آئینہ گر کی توصیف
حمد لکھنا ہو تو احمدؐ کا سراپا لکھوں

نعت لکھنے کی تمنّا ہے اسی سوچ میں ہوں
خود جو ممدوحِ خدا ہو اسے میں کیا لکھوں

اُن کے در سے مجھے مِل جائے غلامی کی سند
میرے معبود کوئی لفظ میں ایسا لکھوں

قلب قوسین نے حد کھینچ رکھی ہے ورنہ
ذکر معراج کا چھڑ جائے تو کیا کیا لکھوں

سایہ گستر نہ ہو گر صورتِ واللّیل وہ زُلف
ساری دُنیا کو میں تپتا ہوا صحرا لکھوں

وہ بھی دن آئے کہ ہر دل میں وہی وہ ہوں مکیں
اور میں تازہ سے ہر دل کو مدینہ لکھوں

عشق سرکارِ دو عالم ہے اگر کفر، تو پھر
خود کو کچھ اور نہ کافر کے علاوہ لکھوں

ہر نفس تازہ تغیر کا حدف ہے دنیا
جز ترے دہر میں آقا کسے اپنا لکھوں

انجم نیازی

تری ہری بھری دُعا کے سائبان میں رہوں
مری یہ التجا کہ میں تری امان میں رہوں
مرا بدن رہے سدا ترے ہی اختیار میں
میں ایک تیر کی طرح تری کمان میں رہوں
مجھے نہ چھو سکیں کبھی تھکی تھکی مسافتیں
میں دو جہاں کی سرحدوں کے درمیان میں رہوں
مری یہ آرزو کہ میں تراش کے وجود کو
ترے جواہرات کی بھری دوکان میں رہوں
مرا سفر نہ ختم ہو ترے وصال کے بغیر
میں جتنے تک جیوں تری طرف اُڑان میں رہوں

دُھلی دُھلی فضا میں نرم نرم خواب گھول دے
سمندروں کے پانیوں میں آفتاب گھول دے
مری نگاہ میں رہے ترا ابھرا وجود
مرے لہو میں حرف حرف یہ کتاب گھول دے
قدم قدم بکھیر کے نظر نواز جھلکیاں
قدم قدم ہوا میں ہر طرف شباب گھول دے
پھسل کے برف کی طرح آ گیا نشیب میں
مری حلاوتوں میں حُسن کا ثواب گھول دے
چھپا نہ مجھ سے ادھ کھلی جمیل مسکراہٹیں
نظر کی وسعتوں میں ان گنت شہاب گھول دے
مرے خیال کی حسین پُرسکون جھیل میں
کھلا ہوا مٹھاس کا کوئی گلاب گھول دے

سچا ہے اور سچ کے سوا بولتا نہیں
جب تک کہے نہ اس کو خدا بولتا نہیں

رکھتا ہے اس طرح وہ بھرم ہر سوال کا
بخشش کے وقت دستِ عطا بولتا نہیں

دیتا ہے اپنے ہونٹ وہ اظہار کے لیے
جب بھی کسی کا حرفِ دُعا بولتا نہیں

کتنا ہے بدنصیب وہ انساں جو اسؐ کا نام
سُنتا ہے اور صلِّ علیٰ بولتا نہیں

انجم اسی کے دامنِ رحمت کو تھام لو
بخشے وہ جس کو چاہے خدا بولتا نہیں

مری ہر بات کا تو نے بھرم رکھا ہوا ہے
مرے سر پہ بڑا دستِ کرم رکھا ہوا ہے

تری آنکھوں میں ہے سمٹا ہوا حسنِ مشیت
تری آنکھوں میں اک بابِ حرم رکھا ہوا ہے

ترے ہر لفظ میں جلوہ نما صبحِ معانی
ترے ہر لفظ میں نورِ قلم رکھا ہوا ہے

ترے ہونٹوں پہ زندہ اور لافانی تبسّم
ترے ہونٹوں پہ لمسِ محترم رکھا ہوا ہے

ترے سینے میں دل کی شکل میں شمعِ فروزاں
ترے سینے میں ہر انساں کا غم رکھا ہوا ہے

ترے قدموں میں یہ دُنیا ہے سراپا منوّر
ترے قدموں نے دنیا کا بھرم رکھا ہوا ہے

آج بھی زندہ ہیں آپؐ کل کی طرح
حشر تک پھیلے ہوئے عمل کی طرح

پھول سی آنکھیں گلاب چہرے پر
روشنی میں تیرتے کنول کی طرح

کس قدر دل کش ہیں آپ کی پلکیں
عرش پہ لکھی غزل کی طرح

آپ کی یاد میں ڈھلی خوشبو
اور یہ جھکے ہوئے محل کی طرح

آپ کی ہر بات ہے درخشندہ
آپ کے آئینۂ عمل کی طرح

تیرا اک اک نقشِ طیب عرش پر محفوظ ہے
وہ زمیں وہ آسماں وہ رہ گزر محفوظ ہے

جس نے پایا تھا اندھیروں میں اُجالوں کا مزاج
نور کے دامن میں اب تک وہ نظر محفوظ ہے

آج تک پہونچا نہیں انساں کوئی اس کے قریب
آج تک معراج کی شب کا سفر محفوظ ہے

جس کو سینچا تھا محبت سے ترے اصحابؓ نے
آندھیوں کے شور و شر میں وہ شجر محفوظ ہے

مٹ گئے اس کو مٹانے والے اپنے آپ ہی
تیرا گھر تیری گلی تیرا نگر محفوظ ہے

میرے ہونٹوں پر رہے گا تیرا ہی اسم عظیم
جب تلک میرے بدن پر میرا سر محفوظ ہے

انور سدید

یہ چاند چہرۂ اقدس کا پھول ہو جیسے
یہ کہکشاں ترے قدموں کی دھول ہو جیسے
یہ کیفیت تھی رسالت مآبؐ سے پہلے
بشر کے ساتھ زمیں بھی ملول ہو جیسے
زباں پہ ذکرِ محمدؐ ہو، آنکھ پُرنم ہو
تو یوں لگے گا کہ دنیا فضول ہو جیسے
طمانیت مرے دل کو ہوئی نصیب تو یوں
کہ سر پہ میرے بھی دستِ رسولؐ ہو جیسے
یہ نعت لکھی ہے انور سدید یوں میں نے
کہ میرے سامنے میرا رسولؐ ہو جیسے

مجھ پہ ہے سایہ کناں اب تک دُعا اس شہر کی
اُوڑھ کر نکلا ہوں میں سر پر ردا اس شہر کی

رحمت اللعالمینؐ محوِ تکلم جس میں تھے
زندگی کا ایک مصدر ہے فضا اس شہر کی

اس سے خوش بوئے مکرم اُٹھ رہی ہے آج تک
رُوحِ جسم و جان ہے خاکِ شفا اس شہر کی

کارزارِ زندگی میں کامرانی کے لیے
آنکھ کے آئینے میں صورت بسا اس شہر کی

روشنی اب تک زمانے کو عطا کرتی ہے یہ
منبعِ انوار ہے ساری فضا اس شہر کی

تشنہ لب کب سے کھڑا ہوں ریگِ ساحل پر سدید
مجھ پہ بھی برسے کالی گھٹا اس شہر کی

نعتِ پیغمبرِ آخر لکھوں
دل پریشان ہے کیوں کر لکھوں
خامہ آداب بجا لاتا ہے
لب پہ جب اسمِ محمدؐ لکھوں
رو بہ رو نام محمدؐ رکھ کے
مدحتِ اسمِ موقّر لکھوں
کالی کملی سے جو ہر دم چمکے
روشنی کا اسے منظر لکھوں
وہ تو ہے شافعِ عالم اس کو
خیر و برکت کا سمندر لکھوں
جس کا ہر لفظ خدا کا سایہ
اس کو دُنیا کا مقدر لکھوں
ساری دُنیا کو گدا گر سمجھوں
اس کو جگ داتا ئیں انور لکھوں

اعزاز احمد آذر

مجھے عجزِ طلب دے دے، مجھے حرفِ معافی دے
مرے ابرِ کرم سوکھی ہوئی دھرتی کو پانی دے

مجھے مبہوت کر کے رکھ دیا ہے نارسائی نے
کرم یہ کر مرے اشکوں کو دجلے کی روانی دے

مجھے نعلین سے اپنے لپٹ جانے دے اے آقا
زمیں کے ایک ذرّے کو بلندی آسمانی دے

میں صدیوں کا سفر کر کے تری چوکھٹ پہ پہنچا ہوں
مجھے اذنِ حضوری دے، ذرا ہِ مہربانی دے

فقط اتنی سی زحمت، ہاتھ رکھ دے میری آنکھوں پر
مرے آقا مرے ہونے کی ہی مجھ کو نشانی دے

یہ اعجازِ کرم تیرا، یہ لطفِ بے بہا تیرا
جو اک عجمی کے جذبوں کو شعورِ ترجمانی دے

میں اُمّی ہوں مجھے "اقراء باسمِ ربّ" ہی سکھلا دے
ہوئی آغاز جو غارِ حرا سے وہ کہانی دے

انجم رومانی

ترا مجاہدہ، تیرا پیام بھول گئے
سپرد تھا جو ہمارے وہ کام بھول گئے

حق و صداقت و صبر و رضا و عفو و عطا
ترے گدا ترا اُسوہ تمام بھول گئے

بس ایک دوڑ ہے ہر سو متاعِ دُنیا کی
سب امتیازِ حلال و حرام بھول گئے

دلوں پہ رنگِ فرنگ اور لبوں پہ نام ترا
اس انتشار میں تیرا نظام بھول گئے

عجب ہے کیا جو زمانے میں آج رسوا ہیں
ترے غلام ترا احترام بھول گئے

ہو بے ادب بہت انجم خدا معاف کرے
بہ وقت نعت درود و سلام بھول گئے

انوار انجم

قادر تھا اس کے ہاتھ میں یہ کائنات تھی
قدموں پہ دن پڑا تھا تو سجدہ میں رات تھی

وحدت کی روشنی میں نہایا ہوا تھا وہ
محبوب تھا خدا کا درخشاں حیات تھی

وہ ہار جیت بانٹ رہا تھا جہان کو
جس نے بھی ساتھ چھوڑ دیا اس کو مات تھی

گھر بار اپنا چھوڑ کے سب مطمئن سے تھے
سننے کو سب کو شوق تھا ایسی وہ بات تھی

ہاتھوں میں اپنے سر کو لیے پھر رہے تھے لوگ
کیسا تھا ذوق و شوق، وہ کیسی نجات تھی

پتھر بھی اس نے کھائے مگر بد دعا نہ دی
دشمن سے کیسا پیار تھا کیسی وہ ذات تھی

دونوں جہان اس کے ہی صدقے میں مل گئے
انجمؔ کسی سخی کی محبت کی بات تھی

اظہر ادیب

بے گھروں کو عطا کر دے سرداریاں، ذرّۂ خاک کو آسماں بخش دے
دونوں عالم میں خطبہ ترے نام کا، تو جسے چاہے کون و مکاں بخش دے

تند لہروں کے تن من میں بھٹکتی ہوئی بے جہت ہو گئی کشتیٔ زندگی
لگ تو سکتی ہے ساحل سے یہ آج بھی تیری رحمت اگر بادباں بخش دے
دل میں اُٹھتے ہوئے حشر سے چور ہوں رُندھ گیا ہے گلا میرا مجبور ہوں
بے زبانی کے زنداں میں محصور ہوں میرے جذبوں کو اب تو زباں بخش دے
کتنی صدیوں سے ہے یوں ہی ویران یہ روشنی کو ترستا ہے دیوان یہ
اب تو ہو جائے مجھ پر بھی احسان یہ میرے دل کو بھی سوزِ نہاں بخش دے
سارے سورج ترے سب اُجالے ترے چاند تیرے ہیں اور اُن کے ہالے ترے
ہم سیہ وقت بھی ہیں حوالے ترے روشنی کا ہمیں سائباں بخش دے
نا امیدی مرے ذہن پر چھا گئی تجھ سے دوری مرے حوصلے ڈھا گئی
بے قراری مری جان کو آ گئی اب سکوں حاکمِ شہرِ جاں بخش دے
کتنی شیرینیاں ہیں تری ذات میں کتنی تاثیر ہے تیری ہر بات میں
تیرے الفاظ روشن سیہ رات میں میرے لہجے کو بھی خوبیاں بخش دے
سب صحیفوں کو روحِ رواں بھی وہی ربِّ اکبر کی اطہر زباں بھی وہی
مقتدر ہے یہاں بھی وہاں بھی وہی وہ جسے چاہے دو جہاں بخش دے

اظہر ادیب

تمام صبحوں کا مصدر جمال اس کا تھا
بشر تھا ہونا مگر بے مثال اس کا تھا

غبارِ جہل دلوں کی فضا سے دھلتا گیا
خطابِ سادہ بھی شبنم مثال اس کا تھا

فضائے دل میں جو پھیلا تھا اک اُجالا سا
وہ چاندنی تو نہیں تھی خیال اس کا تھا

دُعائیں لب پہ تھیں طائف کے باسیوں کے لیے
لہو سے پیرہنِ پاک لال اس کا تھا

شکست کھا گئیں آخر کو ظلمتیں شب کی
کہ میرا حوصلہ اظہر خیال اس کا تھا

افتخار عارف

مرا شرف کہ تو مجھے جوازِ افتخار دے
فقیرِ شہرِ علم ہوں زکوٰۃِ اعتبار دے

میں جیسے ٹوٹے پھوٹے لفظ گڑھ کے آ گیا
کہ اب یہ تیرا کام ہے بگاڑ دے سنوار دے

مرے امین آنسوؤں کی نذر ہے قبول کر
مرے کریم اور کیا ترا گناہ گار دے

نگاہ وادیٔ بہارِ آرزو کے واسطے
ہمارے نخلِ جاں کو بھی کوئی نگاہ دار دے

ترے کرم کی بارشوں سے سارے باغ کھل اٹھیں
ہوائے مہر نفرتوں کا سارا زہر مار دے

قیامتیں گزر رہی ہیں کوئی شہ سوار کے بیچ
وہ شہ سوار جو لہو میں روشنی اتار دے

وہ آفتاب بھیج جس کی تابشیں ابد تلک
میں دادخواہِ اجر ہوں جزائے انتظار دے

اسلم عمادی

بزمِ ہستی میں جسم و جاں تجھ سے
وقت و آب و ہوا رواں تجھ سے

گہرے اُلجھے ہوئے اندھیروں میں
سبز سی روشنی نشاں تجھ سے

میری آنکھوں میں تیری خوشبو ہے
بے حجابانہ ہر نہاں تجھ سے

میرے ہونٹوں میں گرمیٔ اظہار
میرے الفاظ میں بیاں تجھ سے

میرے دِل میں ترے خیال کا حُسن
ذہن میں نورِ بے اماں تجھ سے

ٹمٹماتی ہوئی صداقت میں
شعلگی قائم و عیاں تجھ سے

یا محمدؐ زبانِ اسلم میں
عشق تیرا ہے ہم زباں تجھ سے

بقا نظامی

حاملِ اعجازِ قرآں تمؐ نہیں تو اور کون
واقفِ اسرارِ یزداں تم نہیں تو اور کون

قیصر و مغفور ہیں دامن کو پھیلائے ہوئے
دین اور دنیا کے سلطاں تم نہیں تو اور کون

کس نے دیکھا جلوۂ قدوسیت کو بے حجاب
جلوت و خلوت کے مہماں تم نہیں تو اور کون

خارزارِ دہر کو بخشا ہے کس نے رنگ و بو
اے بہارِ گلستاں تم نہیں تو اور کون

کس کا صدقہ خاکِ مسجودِ ملائک بن گئی
اے بنائے اوجِ انساں تم نہیں تو اور کون

بارِ عصیاں سے بقاؔ کو کس نے چھٹکارا دیا
تاجدارِ بزمِ رحماں تم نہیں تو اور کون

بیدل حیدری

اسؐ کی مسافرت کا زمانہ بھی روشنی
اسؐ راہ رو کا نقشِ کفِ پا بھی روشنی
اسؐ رشکِ نو بہار کی سانسیں بھی خوشبوئیں
اسؐ روشنئ بدن کا پسینہ بھی روشنی
اسؐ پیکرِ جمال کی پرچھائیاں بھی جمال
اس روشنی کے پیڑ کا سایہ بھی روشنی
کملی بھی اس کی چادرِ مہتاب کی طرح
اسؐ کی سیاہ زلف کا حلقہ بھی روشنی
ہجرت کی تیرگی بھی ستارے لیے ہوئے
غارِ حرا کا گھور اندھیرا بھی روشنی
تاریک حرف کوئی نہیں اسؐ کے نام میں
یہ نام وہ ہے جس کا ستارا بھی روشنی
بیدل وہ آفتابؐ ہو جس پر چھپا ہوا
انبار کا وہ اتنا تراشا بھی روشنی

بشیر آذر

تو وہ منظر کہ ملیں تجھ میں مناظر کتنے
تیری کرنوں سے چمکتے ہیں عناصر کتنے
چشمِ امکاں میں سراپا نہ سمائے تیرا
کسی آئینے میں بھی عکس نہ آئے تیرا
تو وہ چشمہ ہے کہ جاری ہے زمانوں کے لیے
تیری رحمت ہے کہ ہے سارے جہانوں کے لیے
تیری ہر سوچ ہر اک دور میں آفاقی ہے
بجھ گئے سارے دیے تیرا دیا باقی ہے
علم میں فہم میں ادراک میں یکتا لکھوں
میں تری ذات کے بارے میں بھلا کیا لکھوں
میرے بس میں ہے کہاں تیرا احاطہ کرنا
جانے تو کیسا ہے اور میں تجھے کیسا لکھوں

پرویز بزمی

روشنی کی آرزو شہرِ یقیں تک لے گئی
دل کی بے چینی کھجوروں کی زمیں تک لے گئی

ڈس رہی تھیں آنکھ کی تہذیب کی بے نوریاں
رُستگاری کی تڑپ صحرا نشیںؐ تک لے گئی

آگہی نے اور بھڑکا دی دماغوں کی پیاس
تشنگی میرے حروفِ دل نشیں تک لے گئی

کس طرح سے ہو ادا حقِ بیاں اس ذاتؐ کا
اس زمیں کی خاک جو عرشِ بریں تک لے گئی

ذکر جب بھی چھڑ گیا انسان کی توقیر کا
گفتگو چل کر ترے عہدِ حسیں تک لے گئی

جان و دلِ بزمی فدا اس شخصیتؐ کے نام پر
آسماں کے بھید جو اہلِ زمیں تک لے گئی

تنویرِ ساماں

آفتابِ رسالت ہے جلوہ نما، شادماں کیوں نہ ہوں کیوں نہ مسرور ہوں
عرش تا فرش ہے نور کا سلسلہ، شادماں کیوں نہ ہوں کیوں نہ مسرور ہوں
شاہِ دُنیا و دیں، فخرِ عرشِ بریں، میرے سرکار ہیں سیّد المرسلیں
واہ صلِّ علیٰ آپ کا مرتبہ، شادماں کیوں نہ ہوں کیوں نہ مسرور ہوں
اک صدی کا سفر طے ہوا اک رات میں، کتنے عقدے کھلے اک ملاقات میں
لب پہ آئے ہے معراج کا تذکرہ، شادماں کیوں نہ ہوں کیوں نہ مسرور ہوں
آسرا رحمتوں کا ملا ہے مجھے، اب کہاں خوفِ روزِ جزا ہے مجھے
محوِ لطف و کرم ہیں رسولِ خدا، شادماں کیوں نہ ہوں کیوں نہ مسرور ہوں
لاکھ بدکار ہوں یا سیہ کار ہوں، ساری دنیا کی نظروں میں ہم خوار ہوں
وہ جو سمجھیں مجھے اپنے در کا گدا، شادماں کیوں نہ ہوں کیوں نہ مسرور ہوں
میں کہاں اور کہاں سرورِ دو جہاں، نام اُن کا ہے میرے ورد زباں
ان کے محتاج ہیں اولیا، انبیا، شادماں کیوں نہ ہوں کیوں نہ مسرور ہوں

ثقلین حیدر منوّر

خدا کے بعد نکلتا ہے مُنہ سے نام ترا
وظیفہ پڑھتی ہے مخلوق صبح و شام ترا

جو تجھ سے پہلے کوئی نام ہے تو نامِ خدا
خدا کے بعد کوئی نام ہے تو نام ترا

یہ مہر و ماہ تری رفعتوں کو کیا جانیں
مری نگاہ سے پوچھے کوئی مقام ترا

یہ قربِ خاص کہ خالق نے اپنے نام کے ساتھ
درِ قبول پہ لکھا ہے صرف نام ترا

تری زباں سے وہ نکلا جو حق نے فرمایا
کلامِ حق ہے خدا کی قسم کلام ترا

زبان دھوتے ہیں پہلے وہ پھول شبنم سے
سحر کے وقت جو لیتے ہیں اُٹھ کے نام ترا

خوشا نصیب منوّر بہ فیضِ نعتِ رسول
قبول بارگہِ حق ہوا کلام ترا

ثمینہ راجہ

کبھی شہرِ خلیل اللہ میں
اپنوں کی نفرت کا ہدف بنتے تھے آپ
اور کبھی طائف کی گھاٹی میں
نشانہ پتھروں کا سنگ ریزوں کا بنایا
آپ ہی کے جسم اطہر کو
سبھی اغیار نے
کچھ نفوسِ قدسیہ کو چھوڑ کر
شہر بھر میں سب ہی جھٹلاتے تھے اس کو
جو تھا صادق اور امین
اس دہر کی تاریخ میں سب سے عظیم
اپنے ہی اجداد کی وہ سرزمیں تھی، تنگ و تیرہ
جس سراپا نور پہ
کہکشاں تھی
آسمانوں میں اسی کی رہ گزر

جمیل مظہری

وہ دیکھو اُٹھ رہے ہیں پردہ ہائے چرخِ زنگاری
وہ دیکھو مُسکراتی ہے تجلّی چشمِ روزن سے
وہ دیکھو چاند نکلا وادیٔ تاریکِ بطحیٰ سے
وہ دیکھو چاندنی چھٹکی فروغِ روئے روشن سے
لٹائے عیسیٰ گردوں نشیں نے چرخ سے تارے
چلے پیغام لے کر بلبلِ سدرہ نشیمن سے
یہ کیسی بجلیاں چمکیں یکایک کوہِ فاراں پر
کہ موسیٰ کی نگاہیں مُڑ گئیں وادیٔ ایمن سے

یہ کس نے وادیٔ بطحیٰ میں دل کی بانسری چھیڑی
کہ پر تولے چلے آتے ہیں طائر بندرابن سے
محمد مصطفیٰ برہم کن تقدیر بت خانہ
صدا پیہم یہ آتی ہے بتوں کی دل کی دھڑکن سے
ہوئے جاتے ہیں فسق و کفر کے آتش کدے ٹھنڈے
پئے تسلیم خم ہے سطوتِ کسریٰ مدائن سے
رُخِ موسیٰؑ کی ہیبت بن رہی گردِ عارض کی
لبِ عیسیٰؑ کا جادو جاگتا ہے چشم پرفن سے
اجالی پرتوِ رخسار سے مجلس تمدن کی
چراغاں جادۂ تہذیب نقشِ پائے روشن سے
وہ جلوہ جو سرورِ معرفت دیتا ہے آنکھوں کو
وہ آنکھیں جو خراجِ دوستی لیتی ہیں دشمن سے
وہ دل وہ فکر پرور دل جو تھا سر چشمۂ حیواں
ہوئی ہے منضبط رفتارِ ہستی جس کی دھڑکن سے
ظہورِ حسن کی پہلی کرن پھوٹی ہے چلمن سے
ملایا سازِ فطرت نے تمھارے دل کی دھڑکن سے

جاوید اکرم

رات نے دائیں کروٹ بدلی
تاریکی نے آنکھیں مینچیں
اور سورج نے
پلکیں کھولیں
شبنم بکھری

کھرا پگھلا
پھر کلیوں نے
انگڑائی لی
آنگن آنگن خوشبو پھیلی
خوشیوں کی بارات سجی
ہونٹوں پہ کچھ
نغمے اُبھرے
ہمدردی، ایثار، محبت
پیار، وفا، اخلاص، اخوت
سارے جگ میں عام ہوئے
جام و مینا، شیشہ و ساغر
میخانوں کی دیواروں سے
سر ٹکرا کر
آئینوں کی صورت ٹوٹے
عہد و پیماں
خوشبو بن کر
را

پھولوں کی
رگ رگ سے پھوٹے
گھر کی زینت
چاندنی بن کر
سورج کے سینے میں اُتری
صبح کی پاکیزہ کرنوں نے
پو پھٹتے ہی
عبداللہ کے دروازے پر
دستک دی
نور کا پیکر
جگ اٹھا ہے
پتّھر بول رہا ہے
اللہ احد، اللہ احد
چاروں سمتیں گونج رہی ہیں
صلی اللہ علیہ وسلّم
صلی اللہ علیہ وسلّم

جلیل عالی

ایک لمحہ کہ ملیں سارے زمانے جس میں
ایک نکتہ سبھی حکمت کے خزانے جس میں
دائرہ جس میں سما جائیں جہانوں کے حدود
آئینہ جس میں نظر آئے عدم کا بھی وجود
فرش پہ عرش کی عظمت کی دلیلِ محکم
خلق پہ رحمتِ خالق کی سبیلِ محکم
دست رس اس کی نگاہوں کی کراں تابہ کراں
وہ تجسّس کے لیے آخری منزل کا نشاں
ایک توسیع جو قسمت کی لکیروں میں رہے
ایک تنبیہہ جو بیدار ضمیروں میں رہے

حافظ مظہر الدین

یہ دُعا ہے زندگانی حرمِ نبیؐ میں گزرے
کبھی مستیوں میں گزرے کبھی بے خودی میں گزرے

مری زندگی کی راہوں میں ان ہی سے ہے اُجالا
وہ خوشی کے چند لمحے جو تری گلی میں گزرے

تری یاد کے تصدق تری یاد بھی کرم ہے
مرے غم کے روز و شب بھی بڑی سرخوشی میں گزرے

اے عرب کے ماہِ تاباںؐ! یہی اب تو آرزو ہے
کہ تمام عمر میری تیری چاندنی میں گزرے

وہ خرد سے ماوراء ہیں وہ ہیں عشق کا مقدّر
جو نظر سے کچھ مناظر حرمِ نبیؐ میں گزرے

حافظ لدھیانوی

وہ قریۂ مہتاب رہے صبح و مسا یاد
کچھ بھی نہ رہے شہرِ تمنّا کے سوا یاد

انوار کی بارش تھی سرِ منزلِ طیبہ
ہر منزلِ خوش دیکھ کے آتا تھا خدا یاد

اب تک ہیں نگاہوں میں در و بامِ حرم کے
اب تک ہے مجھے وادیٔ رحمت کی فضا یاد

ہے سیرتِ اطہر مرا سرمایۂ ہستی
محبوبِ دو عالم کی ہے ایک ایک ادا یاد

ڈوبے نہ کبھی میرے مقدّر کا ستارا
اک بار جو کر لیں جو محبوبِ خدا یاد

قربان ہوئی جاتی تھیں رحمت کی گھٹائیں
ان کانپتے ہونٹوں کا ہے اندازِ دعا یاد

ہر ایک کے دامن میں مرادوں کے گہر ہیں
حافظ مجھے دربار کی ہے شانِ سخا یاد

حفیظ تائب

دے تبسّم کی خیرات ماحول کو ہم کو درکار ہے روشنی یا نبیؐ
ایک شیریں جھلک، ایک نوریں ڈلک تلخ و تاریک ہے زندگی یا نبیؐ

اے نویدِ مسیحا تری قوم کا حال عیسیٰؑ کی بھیڑوں سے ابتر ہوا
اس کے کمزور ادوار بے ہنر ہاتھ سے چھین لی چرخ نے برتری یا نبیؐ

کام ہم نے رکھا صرف افکار سے تیری تعلیم اپنائی اغیار نے
حشر میں منہ دکھائیں گے کیسے تجھے ہم سے ناکردہ کار اُمتی یا نبیؐ

دشمنِ جاں ہوا میرا اپنا لہو میرے اندر عدو میرے باہر عدو
عاجز آئے تحیّر ہے ہر سیدنی، صورتِ حال ہے دیدنی یا نبیؐ

روح ویران ہے آنکھ حیران ہے ایک بحران تھا ایک بحران ہے
گلشنوں، شہروں، قریوں پہ ہے پرفشاں ایک گمبھیر افسردگی یا نبیؐ

سچ مرے دور میں جرم ہے عیب ہے جھوٹ فنِ عظیم آج لاریب ہے
ایک اعزاز ہے جہل و بے راہ روی، ایک آزار ہے آگہی یا نبیؐ

رازداں اس جہاں میں بناؤں کسے روح کے زخم جاکر دکھاؤں کسے
غیر کے سامنے کیوں تماشا بنوں، کیوں کروں دوستوں کو دکھی یا نبیؐ

زیست کے تپتے صحرا پہ شاہِ عرب، تیرے اکرام کا ابر برسے گا کب
کب ہری ہو گی شاخِ تمنا مری، کب مٹے گی مری تشنگی یا نبیؐ

یا نبیؐ اب تو آشوبِ حالات نے تیری یادوں کے چہرے بھی دھندلا دیے
دیکھ لے تیرے تائب کی نغمہ گری، بنتی جاتی ہے نوحہ گری یا نبیؐ

مہ صفا ہو سرِ خواب جلوہ گر اے کاش
ہو نور نور مرا قریۂ نظر اے کاش

گلِ نظارہ کی خوش بو سے صحنِ جاں مہکے
زرِ عطا سے بھرے کاسۂ ہنر اے کاش

اتارنے کے لیے اشک آئینوں میں وہ عکس
نظر کے سامنے پھر ہو نبیؐ کا در اے کاش

کروں مدینے میں شامِ طرب کا استقبال
ستارہ ہو مری قسمت کا اوج پر اے کاش

اُترتی دیکھوں سحر روز اُن کے قدموں میں
دُعائے نیم شبی میں ہو یہ اثر اے کاش

ہیں جس کی خاک میں آسودہ رحمتِ عالم
وہی دیار بنے میرا مستقر اے کاش

سفر عدم کا جو درپیش ہو مجھے تائب
دیارِ نور کی خوش بُو ہو ہم سفر اے کاش

حرمت الاکرام

یہ کب التجائے دلِ مبتلا ہے کہ میرا سفینہ کنارے لگا دو
مگر عرض یہ ہے کہ امواجِ طوفاں سے ٹکرانے کا تم مجھے حوصلہ دو

مرے عزمِ محکم کو آواز دیتی رہے تا بکے میری منزل کی دوری
خلاؤں میں مدت سے کھویا ہوا ہوں، مجھے راستہ زندگی کا بتا دو

مرا عزمِ فکر و نظر ہر قدم پہ اُلجھتا ہے احساس کی مشعلوں سے
لرزتا ہوں اندیشۂ گم رہی سے، مجھے رُوح کی منزلوں کا پتا دو

تمھارے درِ پاک سے آگے بڑھنے کی جرأت کہاں میرے ذوقِ سفر کو
شرف دے کے نازِ حضوری کا مجھ کو، حدِ ارتقائے محبت بتا دو

دلِ کشتہ کو نالۂ نیم شب کا نہ ہے کچھ فغانِ سحر کا سلیقہ
زمانہ ہوا: ساز یہ بے صدا ہے، اسے بھی کوئی نغمۂ جاں فزا دو

سیہ پوش لمحات کے پیچ و خم میں بھٹکتی ہے ادراک کی خستہ پائی
مرے سوزِ پنہاں کو بیدار کر دو، مری آرزوؤں کو شعلہ نما دو

حوادث کی آغوش میں مسکراؤں، شراروں کو میں لالہ و گل بنا دوں
مجھے وہ نگاہِ حقیقت نما دو، مجھے وہ دلِ زندگی آزما دو

حکیم سرو سہارنپوری

ماتھا ہے کہ صبح کا اُجالا
عارض ہیں کہ رشکِ رنگِ لالا
آنکھوں میں اُتر گئے ہیں خورشید
اَبرو کا ہے زاویہ نرالا
ہنستے ہیں تو گوشۂ دہن سے
پھیلے ہے افق افق اُجالا
گویا ہوں تو لفظ لفظ روشن
جیسے کوئی موتیوں کی مالا
گفتار کا حُسن دیدنی ہے
ہر لفظ ہے وحی حق تعالیٰ
عرفان ہے ان کی خامشی بھی
ہے حسنِ کلام جس کا ہالا

ہاں ان کی نظر سے فیض پاکر
انسان ہوا بلند و بالا
وہ فرشِ زمیں پہ اک تجلّی
وہ شمعِ عرش کا اُجالا
راہی ہیں حرم سے تا حرم کے
منزل ہے سفر کی عرشِ اعلا
چلتے ہیں تو ہم رکاب اُن کے
چلتا ہے زمانہ بن کے ہالا
رُکتے ہیں تو ساتھ جیسے
رُک جاتا ہے دَورِ زیر و بالا
دیکھا انھیں طائف و اُحد میں
جیسے کوئی عزم کا ہمالا
وہ ایسا جمالِ آگہی ہیں
ہے صبحِ وجود جس کا ہالا
اُمّی ہیں پر ان کی ذات عالی
ہر علم کا مستند حوالا

وہ فرد بہ فرد ایک پیغام
وہ عہد بہ عہد اک اُجالا
دُنیا کے لیے نظیرِ اخلاق
سیرت کی ادا ادا حوالا
جھگڑا نہ رہا عرب عجم کا
لائے وہ نظام شاہ والا
آئے ہیں وہ بزم لامکاں سے
کوثر کا لیے ہوئے قبالا
وہ بھی انھیں دیکھنے لگے ہیں
ہے جن کی بصارتوں پہ جالا
دَر ان کے بھی باز ہو رہے ہیں
تھا جن کے نگاہ و دِل پہ تالا
پایا نہ کوئی بہ جز محمدؐ
تاریخ نے خوب دیکھا بھالا
دربارِ نبی تک آگیا ہے
ہے سرور بڑا نصیب والا

حسن عبّاس رضا

لغاتِ دہر کے ایک اک ورق سے
بولتے ہر لفظ کو
قرطاسِ سادہ پہ اگر رکھ دوں
میانِ ارض
بہتے پانیوں
شفاف چشموں، قلزموں میں
اپنے ایقان کی

چمکتی روشنائی بھی اگر گھولوں
لچکتے نرم پوروں
اور فلک چھوتے درختوں کی
مہکتی ٹہنیوں سے اک قلم مانگوں
تو پھر بھی ہادیٔ برحق
ترا نامِ مبارک
اسمِ اعظم
میرے جیسے کم سخن
بے نام شاعر سے کبھی لکھا نہ جائے گا
تمنا اس نامِ اقدس کی
اگر چاہوں، تو پھر بھی
حیطۂ تحریر میں لانے سے قاصر ہوں
کہ وہ اک نام، جس پر
چاند صبحوں
اور سجل شاموں کی سب روشن جبینوں نے
وفورِ شوق

فرطِ عشق میں سجدے گزارے ہیں
کہ وہ اک نام جس سے
عود و عنبر
رات کی رانی
گلاب و نرگس و نسرین کی مہکار
کہ وہ اک نام، جس کے وردِ پیہم سے
دلوں میں گھنٹیاں بجتی ہیں
چہرے وجد سے گلنار ہوتے ہیں
اسی اسمِ مبارک
پیکرِ انسانیت
فخرِ دو عالم کی عنایت ہے
کہ اک اک لفظ میرا
آج دہلیزِ درِ فخرِ ذکاوت سر بہ سجدہ ہے
انھیں گویائی دے دے
اے مرے مولا
مرے آقا

خواجہ عابد نظامی

بھنور کی زد میں ہوں آقا کسی تھینے سے
غموں کا بوجھ اتاریں مرے سفینے سے

یہ آرزو ہے تری بارگہ میں نذر کروں
سجا کے لایا ہوں پلکوں پہ کچھ نگینے سے

جسے علاقہ نہ ہو کوئی ذکر سے تیرے
ہزار درجہ بھلی موت ایسے جینے سے

گلاب و عطر کی خاطر میں کب وہ لاتے ہیں
جنھیں رہا ہے تعلق ترے پسینے سے

مسافرانِ مدینہ ذرا خیال رہے
کہ جبرئیلؑ بھی آتے تھے یاں قرینے سے

حضورؐ! طیبہ کا جب بھی خیال آتا ہے
کہ ایک ہوک سی اُٹھتی ہے میرے سینے سے

تڑپ رہا ہے حضوری کے واسطے عابد
پیام بھیجئے آقاؐ اُسے مدینے سے

خلیل الرحمٰن اعظمی

میں غلام مصطفےٰ ہوں میں ہوں شیدائے رسول
میری نظروں میں بسا ہے روئے زیبائے رسول

میری جاں اُس پہ تصدق، اس کے نامِ پاک پر
ہر بنِ مو سے نکلتی ہے صدا ہائے رسول

آبِ رحمت لے کے آیا سارے عالم کے لیے
تشنہ لب جیسے بھی ہوں ان کا ہے دریائے رسول

یہ وہ گلشن ہے مقدر میں نہیں جس کے خزاں
تا ابد تازہ رہیں گے یوں ہی گُل ہائے رسول

گونجتی ہے جب کبھی کانوں میں آوازِ اذاں
پھرنے لگتا ہے نگاہوں میں سراپائے رسول

تھکے ماندوں کو جب سے مل گیا رستا محمدؐ کا
رہا تا عمر ان کے سر پہ پھر سایا محمدؐ کا

نگہ بانی کیا کرتی ہے اُن کے نام کی برکت
سفر آساں ہے اس کا جو ہو دل دادہ محمدؐ کا

پلاتا ہے بڑی شفقت سے اپنے تشنہ کاموں کو
بہت شیریں بہت شفّاف ہے دریا محمدؐ کا

مجھے سرمست کر دیتی ہے اپنی بوئے پیراہن
سجا رکھا ہے جب سے دل میں گل دستا محمدؐ کا

بڑا خوش بخت ہے جس کو ملے اس خاک کا ذرّہ
مبارک ہے جو دیکھے گنبدِ خضرا محمدؐ کا

رشید ساقی

ہر عمل اک روشنی ہے ہر ادا تنویر ہے
حاملِ قرآن خود قرآن کی تفسیر ہے

آپ انساں کے لیے لائے وہ دستورِ حیات
جس کا مقصودِ نظر کردار کی تعمیر ہے
کلمۂ حق سنگ ریزوں کو بھی کہنا آگیا
آپ کا حُسنِ تکلم کتنا پُر تاثیر ہے
آپ کی سیرت ہے اک آئینۂ خلقِ عظیم
آپ کی صورت خدا کے نور کی تصویر ہے
آپ نے روشن کیا ہے باطنِ دُنیا و دیں
آپ کی بعثت سے انساں صاحبِ تدبیر ہے
آپ ہیں رحمتِ مجسّم آپ سر تا پا کرم
آپ کی ہستی جہاں کو باعثِ توقیر ہے
آپ ہی نے فکرِ انسانی کو سمجھائی یہ بات
نسخۂ توحید ہی دل کے لیے اکسیر ہے
آپ ہر دل کی تمنّا آپ ہر جاں کا سرور
آپ سے وابستہ ہر اک خواب کی تعبیر ہے
میں کہاں ساقی کہاں نعتِ رسولِ ہاشمی
یہ شرف جو زندگی میں خوبیٔ تقدیر ہے

راسخ عرفانی

ضمیر اندر سے جب مجھ کو پکارے نعت کہتا ہوں
طبیعت شعر کہنے پر اُبھارے نعت کہتا ہوں

مجھے آورد میں سوئے ادب کا خوف رہتا ہے
جوں ہی الفاظ سُوجھیں پیارے پیارے نعت کہتا ہوں

سراپا عجز ہوں، ناقص ہے طبعِ نارسا میری
محمدؐ کی محبت کے سہارے نعت کہتا ہوں

کہیں مہکار پھولوں کی، کہیں انجم کی تابانی
بنا کر رنگ و بو کے استعارے نعت کہتا ہوں

گئے لمحوں کا عکس آئینۂ دِل میں اُبھرتا ہے
حرم کے یاد آتے ہیں نظارے نعت کہتا ہوں

اندھیری رات ہو یا چاندنی کا دل نشیں منظر
سجا کر نوکِ مژگاں پر ستارے نعت کہتا ہوں

کہاں مقدور، لکھّوں مدحِ شاہِؐ انبیا راسخ
کچھ الہامی سے ہوتے ہیں اشارے نعت کہتا ہوں

ریاض مجید

ترے ظہور سے پہلے عدم تھا ہر موجود
مرا ازل ترا یوم ولادتِ مسعود
مراد و مدّعا میرے "الف" سے "ی" تک کا
مرے حروف تہجی کا معنیِ مقصود
وہ جس کا اسم شفا ہے علیل جاں کے لیے
وہ جس کے ذکر سے مٹی میں زندگی کی نمود
جو کائنات کے سینے میں دل کی صورت ہے
وہ جس کے فیض سے ذرّوں میں دھڑکنیں موجود
اماں میں جس کی زمانہ وہ جسم بے سایہ
بدن میں جس سے حرارت، وہ آتشِ بے دود

وہ جس کا علم جہاں بھر کی حکمتوں کو محیط
وہ جس کا حلم ہواؤں سا بے کنار و حدود
وہ جس کے ذکر سے ہے مستجاب میری دُعا
وہ جس کی یاد سے مقبول ہیں رکوع و سجود
قدم اُٹھا نہ سکوں مَیں جو وہ نہ راہبر ہو
بغیر اس کے میرے سارے راستے مسدود
ذہن میں خاک تھی مدحِ رسول سے پہلے
نہ صرف شاعری اب تک یہ عمر تھی بے سود
میں اعجمی ہوں تو افصح ترین عالم ہے
کہاں مَیں اور کہاں تیری مدحتِ محمود
میں فانی و متزلزل تو دائم و قائم
تو بے کراں مری فرہنگِ شاعری محدود
دُعا ہے نعت لکھوں آنسوؤں سے چہرے پر
ہیں بار طبع پہ یہ کاغذ و قلم کی قیود
قبول ہو جو نمی تیرتی ہے آنکھوں میں
یہی ہے میرا اسلام اور یہی ہے میرا درود

مرحبا صلّے علیٰ وہ شہِ بطحا میرا
وہ سہارا وہ مسیحوں کا مسیحا میرا

میرے آداب اسی منبعِ تہذیب کی دین
اس کی شائستگی کا صدقہ سلیقا میرا

بندگی میری ترے نقشِ کفِ پا کا کرم
مری معراج ترے پاؤں پہ سجدا میرا

حسن پاکیزگی دے میری نجس سوچوں کو
کتنا تاریک ہے اے نورِ سراپا میرا

رحمتیں اس کی ہیں ہر ایک زمانے کے لیے
اس کو جو دیکھتا ہے کہتا ہے میرا میرا

میرے سانسوں میں رہے تیرے درودوں کی مہک
ذکر تیرا رہے دن رات وظیفا میرا

ہے دُعا میری چلوں اس کے نشانِ پا پہ
رنگ میں اس کے ڈھلے بیٹھنا اُٹھنا میرا

رفعت سلطانہ

ہفت افلاک سے یا کاہکشاں سے لاؤں
نعت کہنے کے لیے لفظ کہاں سے لاؤں

اشک لے آؤں جو میں دامنِ رحمت کے لیے
پھول قدموں کے لیے باغِ جناں سے لاؤں

دل میں ہے مدحتِ حضرت کی تمنّا لیکن
روئے قرطاس پہ کیا عجز بیاں سے لاؤں

روح کا کرب جو میں لاؤں فغانِ شب سے
ایک بے نام خلش قلبِ تپاں سے لاؤں

حرم پاک ہے کس سمت، مدینہ ہے کدھر
یہ شعور آپ کے قدموں کے نشاں سے لاؤں

ایک مدت سے ہوں خاموش مگر حسرت ہے
اذن گفتار ترے حُسنِ بیاں سے لاؤں

کس طرح پہونچوں درِ عرش نشاں تک رفعت
کس طرح رنگ بہاروں کا خزاں سے لاؤں

رؤف خیر

کیا تھا کسی نے گھنی تیرگی کو ردّ کہیے
وہ آدمی کہ جسے نورِ مستند کہیے

وہ اک جنوں کہ جہاں سرنگوں خرد کہیے
جو ماہتاب کو چھُو لے وہ جزر و مد کہیے
وہ شام جس کو ملا شہرِ بے چراغ کا درد
وہ صبح جس پہ نثار آفتابِ صد کہیے
وہ جس کی راہ میں حائل نہ ہو سکے پردے
اسے شعورِ مکمل "نگاہِ قد" کہیے
زمیں کو بخش دیے اس نے آسماں کے راز
اب اور رہ گئی کیا جستجو کی حد کہیے
وہ نیک خو، کہ بھلا چاہتا رہا سب کا
تڑپ کے رہ گئی کیا کیا نگاہِ بد کہیے
کوئی شعورِ حیات اس سے گر نہیں لیتا
اسے شعورِ نظر ہی سے نابلد کہیے
ملیں گے یوں تو کئی راستے میں صد راہے
جو اس کی راہ نہیں، راہِ مسترد کہیے
صدائے خیر سنیں طالبانِ منزلِ نور
قدم اکھڑنے لگے ہوں تو المدد کہیے

نہ جہلِ شرک، نہ بدعت، نہ غالیوں کا غلو
میں حق پسند ہوں، میری نظر میں بھی تم ہو

جہاں میں ہم اسی اعزاز سے معزّز ہیں
ہمارے ساتھ تو ہر خشک و تر میں بھی تم ہو

حیات و موت کی منزل تمھارے نام سے ہے
کہ مبتدا میں بھی تم ہو خبر میں بھی تم ہو

یہ جنّ و انس، یہ جنگل، یہ دشت و ریگِ رواں
ہر ایک نفسِ حقیقت اثر میں بھی تم ہو

عجب تعلقِ خاطر تمھاری ذات سے ہے
کہ منزلوں پہ بھی تم ہو، رہ گذر میں بھی تم ہو

جو مدعیانِ نبوت تھے خاک ہو کے رہے
دلوں میں نورِ خدا ہو تو سر میں بھی تم ہو

یہ پُلِ صراط، یہ ظلمت، یہ نور کی منزل
خدا کا شکر ہے اس رہ گذر میں بھی تم ہو

عبادتیں ہوں کہ جنگ و جدل ہو، جو کچھ ہو
ہمارے خیر میں بھی تم ہو شر میں بھی تم ہو

رئیس ندوی

تخیل کے آغوش میں حسنِ تعلیل
مضمون جو دل کش ہیں تو بندش ہے جمیل
وہ سہل پسندی ہے سرِ بزمِ رسولؐ
مُنہ دیکھ کے رہ جاتے ہیں الفاظ ثقیل

اے رحمتِ کونین شہنشاہِ حجاز
کیا بندہ نوازی ہے تری بندہ نواز
موجود ہے تاریخ گواہی کے لیے
محمود کے آقا ہیں ترے گھر کے ایاز

صد شکر کہ اعجاز شرف دیکھا ہے
کونین کو انوار بہ کف دیکھا ہے
یعنی نظر آیا ہے مجھے عرشِ عظیم
جب گنبدِ خضرا کی طرف دیکھا ہے

اس در سے جو مل جائے تو صدقا اچھا
اک نانِ جویں کا مجھے ٹکڑا اچھا
چھولے جسے آقا کی نگاہِ انعام
چاندی کے پہاڑوں سے وہ ذرّہ اچھا

زیب غوری

اس قدر ہوش اُسے چاہنے والے رکھنا
دیکھنا اس کو تو پردے بھی ڈالے رکھنا

وہ حرم تھا وہاں گنجائشِ مستی تھی بہت
یہ مدینہ ہے یہاں خود کو سنبھالے رکھنا

اے مدینہ کی مہکتی ہوئی روشن گلیو
یاد اس پیکرِ خوبی کے حوالے رکھنا

اس پہ سجتی تھی بہت شانِ کریمی اس کی
ہونٹوں پہ حرفِ دُعا پاؤں میں چھالے رکھنا

اس کے قدموں پہ گرے ریت کی دیوار سے وہ
سہل تھا جن پہ پہاڑوں کو سنبھالے رکھنا

وہ پشیمانوں پہ جولانیِ رحمت اس کی
در گزر کے کسی پہلو کو نکالے رکھنا

خرقہ پوشی میں بھی وہ سطوتِ شاہی تھی عجب
تاجِ زرّیں، نہ کوئی شال دوشالے رکھنا

اس نے مٹّی سے تعلق نہیں توڑا اپنا
سونے چاندی کے کٹورے نہ پیالے رکھنا

اس سے سیراب ہوا خشک زمینوں کا جگر
اس کا وہ دشت میں دریاؤں کو پالے رکھنا

پھولوں نے فیض رسانی کی ادا پہچانی
اس سے سیکھا ہے چراغوں نے اُجالے رکھنا

ہاتھ رکھنا وہ تہی دستوں کے سر پر اس کا
کہیں صحراؤں میں چشمے کہیں لالے رکھنا

کام آجائیں یہی اشکِ ندامت شاید
یہ گہر دل کے کسی کونے میں ڈالے رکھنا

عرش سی پاک زمینوں پہ قدم رکھو گے
زیبؔ یہ سوٹ ادب ہے اسے ٹالے رکھنا

پاک فضاؤں کو آلودہ مت کرنا
ان گلیوں میں میرا چرچا مت کرنا
مجھ کو جو نسبت ہے اسم محمدؐ سے
اس نسبت کا کوئی اشارہ مت کرنا
جھوٹے تھے سارے عہدو پیماں میرے
میرے گناہوں کو بے پردہ مت کرنا
چپ رہنا میرے بارے میں ان کے حضورؐ
کچھ کہہ کر مجھ کو شرمندہ مت کرنا
کبھی تو وہ محرم آنکھیں دیکھیں گی مجھے
لیکن ان سے کوئی تقاضا مت کرنا
میرا نام مدینے میں لے لینا بس
اس سے زیادہ عرضِ تمنّا مت کرنا

سید مہربان علی فرحاںؔ

بچایا نارِ دوزخ سے غایت اس کو کہتے ہیں
خدا سے پہلے بخشایا شفاعت اس کو کہتے ہیں

تولد جب ہوئے ختمِ رسل تو دونوں شانوں پر
عیاں مہرِ نبوت تھی رسالت اس کو کہتے ہیں

ہمیشہ پیروی کی حکم فرمانِ الٰہی کی
رہے پابند طاعت کے اطاعت اس کو کہتے ہیں

کیا رحمت اللعالمیں اللہ نے ان کو
پڑھو صلو علیہ شانِ رحمت اس کو کہتے ہیں

جو کافر آئے بہر امتحاں تو چاند کو فوراً
کیا انگلی سے دو ٹکڑے اشارت اس کو کہتے ہیں

ہیں جتنے عاشقِ حضرتؐ وہ سُن کے شعر فرحاںؔ کے
کہیں گے مرحبا کے ساتھ مدحت اس کو کہتے ہیں

سید حسین شاہ شمیم

کس کا مقدور ہے جو نعتِ پیمبر لکھے
ہاں اگر لکھے تو وہ خالقِ اکبر لکھے

نہ تو وصلی پہ نہ قرطاس کے اُوپر لکھے
نام احمدؐ کا اگر لکھے تو دِل پر لکھے

جس کا قوسین سے ہو مرتبہ اعلیٰ یارو
اس کی مدحت کوئی ادنیٰ بھلا کیوں کر لکھے

آپ کا نامِ خدا نام تھا اسمِ اعظم
دیکھے قرآں میں جو اسمائے پیمبر لکھے

زندگی کا تو یہی لطف جہاں میں ہے شمیم
جب تلک زندہ رہے نعتِ پیمبر لکھے

سیّد ولی جان جلیل

یہ ہے قرآن سے ثابت رحمت اللعالمیں تم ہو
اسی نسبت سے اے آقا شفیع المذنبیں تم ہو

خدا نے پشت پر مُہرِ نبوت ثبت فرما کر
یہ ظاہر کر دیا سب پر کہ ختم المرسلیں تم ہو

شبِ معراج اپنے پاس آقا عرشِ اعظم پر
بُلایا جن کو حق نے بھیج کر رُوح الامیں تم ہو

نہ تھے یہ ماسوا کچھ بھی تمھارے نور سے پہلے
ہوا روشن جہاں جس سے وہ شمعِ اوّلیں تم ہو

جلیلِ زار کو بھی بخشوا لینا قیامت میں
یہ عاصی ہے مرے آقا شفیع المذنبیں تم ہو

سراج الدین ظفر

سبوئے جاں میں چھلکتا ہے کیمیا کی طرح
کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفےٰ کی طرح
قدح گسار ہیں اس کی اماں میں جس کا وجود
سفینۂ دو سرا میں ہے ناخدا کی طرح
وہ جس کے لطف سے کھلتا ہے غنچۂ ادراک
وہ جس کا نام نسیمِ گرہ کشا کی طرح
طلسمِ جاں میں وہ آئینہ دارِ محبوبی
حریمِ عرش میں وہ یارِ آشنا کی طرح
وہ جس کا جذب تھا بیدارئ جہاں کا سبب
وہ جس کا عزم تھا دستورِ ارتقا کی طرح
وہ جس کا سلسلۂ جود ابرِ گوہر بار
وہ جس کا دستِ عطا مصدرِ عطا کی طرح

سوادِ صبحِ ازل جس کے راستے کا غبار
طلسمِ لوحِ ابد جس کے نقشِ پا کی طرح
خزاں کے جلوۂ ویراں میں وہ شگفتِ بہار
فنا کے دشت میں وہ روضۂ بقا کی طرح
وہ عرش و فرش و زماں و مکاں کا نقشِ مراد
وہ ابتدا کے مطابق وہ انتہا کی طرح
بسیط جس کی جلالت حمل سے میزاں تک
محیط جس کی سعادت خطِ سما کی طرح
اسی کے حسنِ سماعت کی تھی کرامت خاص
وہ اک کتاب کہ ہے نسخۂ شفا کی طرح
وہ حسن لم یزلی تھا تہِ قبائے وجود
یہ راز ہم پہ کھلا رشتۂ قبا کی طرح
بغیر عشقِ محمدؐ کسی سے کھل نہ سکے
رموزِ ذات کے ہیں گیسوئے دوتا کی طرح
جمالِ روئے محمدؐ کی تابشوں سے ظفر
دماغ رند ہوا عرشِ کبریا کی طرح

سعید وارثی

وہ پھول سے کیسے مان لوں میں
کہ پھول کا رنگ ہے رمیدہ
غلط ہے اس کو بہار کہنا
بہار تو ہے خزاں گزیدہ

وہ کہکشاں ہے میں کیسے کہہ دوں
کہ کہکشاں تو رہینِ شب ہے
میں مطمئن چاند سے نہیں ہوں
کہ چاند کو بھی دوام کب ہے

ہے روزِ روشن بھی تیرہ قسمت
یہ راز وقتِ غروب جانا
میں کیسے سورج سمجھ لوں اُس کو
نصیب سورج کا ڈوب جانا

صبا سے اُس کو مثال دے دوں
تو یہ جسارت جواز چاہے
صبا تو کلیوں کو زندگی دے
چمن کے کانٹوں کو بھول جائے

وہ یوں نہیں نغمۂ حسیں بھی
کہ نغمہ، نغمہ نواز تک ہے
وہ ساز ہوگا تو کیسے ہوگا
کہ ساز ترکیبِ ساز تک ہے

جو رونقِ بزمِ سرکشش تھی
وہ صبح ہوتے ہوتے دھواں ہے
یقین ہے وہ شمع بھی نہیں ہے
کہ شمع اک شب کی داستاں ہے

اگر کہوں ہے وہ سبز پتّہ
تو دھیان میں خشک ڈال آئے
درخت کہنا فضول ہوگا
رتوں کا مجھ کو خیال آئے

کہوں اسے ہے وہ عرشِ قدسی
تو بات پھر بھی بجا نہیں ہے
زمین والوں کی دسترس میں
فرازِ عرشِ عُلیٰ نہیں ہے

کہاں یہ قطرہ مثالِ دریا
کہاں مری منزلِ طلب ہے
اسے سمندر قرار دیتا
مگر سمندر تو پُر غضب ہے

اسے میں بادل کا نام دیتا
مگر یہ بادل ہے کیسا بادل
تمام صحرا ترس رہا ہے
مگر کہیں اور برسا بادل

میں اس کو ٹھہراؤں رازِ پنہاں
تو ذہن کی ہے یہ نارسائی
ہزار نکتہ دنظر نے چاہا
سمجھ میں پھر بھی نہ بات آئی

اگر کہوں میں وہ آدمی ہے
تو کم نگاہی کے زخم کھاؤں
فرشتے آدم پہ معترض تھے
اسے فرشتہ بھی کہہ نہ پاؤں

کہوں میں انساں بلا تامّل
مگر ہے انسان کا تو سایا
دیارِ سدرہ کی منزلوں سے
نہ کوئی انساں گزر کے آیا

وہ سارے کردار بھی ہیں کم تر
ہے ذکر جن کا کہانیوں میں
کنول سے اس کی مثال کیسی
کنول تو کھلتا ہے پانیوں میں

کتاب کہہ کر سمجھنا چاہوں
تو عقل یہ بات بھی نہ مانے
حکایتوں سے دلیل لاؤں
تو سوچوں قصّے ہیں سب پُرانے

اگر کہوں، ہے وہ لوح و کرسی
تو بات پھر بھی نہیں ہے جچتی
میں جس سے اس کو مثال دیتا
کوئی تو ایسی مثال بچتی

کبھی کبھی یوں بھی سوچتا ہوں
خدا نہیں پر خدائی اس کی
کبھی کبھی یوں بھی سوچتا ہوں
یہ حد نہیں انتہائی اس کی

نہ اس کا ہم سر نہ اس کا سایا
وُہ نور والا، وُہ تاج والا
ہے نبضِ دوراں پہ ہاتھ اس کا
وُہ کل کا مالک، وہ آج والا

وُہ کون ہے اس کی انتہا کیا
خدا ہی سمجھے خدا ہی جانے
غریب و خستہ مگر اسیؐ کو
دوا بھی سمجھے، دُعا بھی جانے

مراد جس کی ہے. جو بھی اپنی
حضورِ ربِّ جلیل مانگے
سعید لیکن اس کو چاہوں
جیسے دُعائے خلیلؑ مانگے

ساغرؔ صدیقی

ہمیں جو یاد مدینے کا لالہ زار آیا
تصورات کی دنیا پہ اک نکھار آیا

کبھی جو گنبدِ خضرا کی یاد آئی
بڑا سکون ملا ہے بڑا قرار آیا

یقین کر کہ محمدؐ کے آستانے پر
جو بد نصیب گیا ہے وہ کامگار آیا

ہزار شمس و قمر راہِ شوق سے گزرے
خیالِ حسنِ محمدؐ جو بار بار آیا

عرب کے چاند نے صحرا بسا دیے ساغرؔ
وہ ساتھ لے کے تجلّی کا اک دیار آیا

سلیم فراز

ازل سے تا بہ ابد صرف مشک بو ترا نام
مہک رہا ہے زمانوں میں چار سو ترا نام

شبوں کا حسن ترے حسنِ لازوال کا عکس
خطِ سحر پہ اُجالوں کی آب جو ترا نام
تمام اسم سبھی رفعتیں زوال پذیر
جو سرفراز ابد تک ہے صرف تو، ترا نام
ترے ہی نام سے بستی ہیں بستیاں دل کی
ہے تار تار دلوں کے لیے رفو ترا نام
زمیں سے تا بہ فلک مجلسِ ملائک تک
کہاں کہاں نہیں موضوعِ گفتگو ترا نام
میں تیرا اُمتی بے کس بھی بے نوا بھی بہت
مری عقیدتوں جذبوں کی آبرو ترا نام
غزال دشت کی ہر ایک جست میں تری دُھن
ہے مشک بار ہواؤں کی جستجو ترا نام
اُجالے پھیلنے لگتے ہیں کاخِ دل میں فراز
لیا ہے جب بھی کبھی میں نے با وضو ترا نام

سلیمان خمار

— اور جب سارے نقرئی سورج
کھو چکے اپنی ساری تابانی
ظلم، وحشت، درندگی — ہر سمت
اپنے تاریک سائے پھیلا کر

روشنی کی تمام کرنوں کو
ایک اک کر کے دفن کرنے لگی
اور پھر — اپنی کامرانی پہ
ہو کے مسرور گنگنانے لگی

ناگہاں،
تب اُفق کے رستے سے
ایک سورج — جو اگلے سالوں کے
سورجوں سے زیادہ روشن تھا
سیکڑوں سورجوں کی تابانی
جس کی اک اک کرن میں مضمر تھی
دھیرے دھیرے سنہری رتھ پہ سوار
آگیا،

اور اس کے آتے ہی
تیرہ سایوں نے خودکشی کر لی

سلیم کوثر

سارے قبیلے وار بڑھے تھے جگ میں گھور اندھیرا تھا
سب سے پہلے دیا جلانے والا شخص اکیلا تھا

روزِ ازل سے روزِ ابد تک سب ترتیب اسی کی ہے
وہ جو غار میں تھا اور سامنے ارض و سما کا نقشا تھا

کون و مکاں کا ذرّہ ذرّہ اس کی ذات کا صدقہ ہے
اللہ جانے اس میں اور خدا میں کیسا رشتا تھا؟

سورج چاند ستارے اس کے سائے میں سستاتے تھے
بچپن کی گلیوں میں اس کے ساتھ زمانہ کھیلتا تھا

نام محمدؐ سامنے رکھ کر پہروں سوچتا رہتا ہوں
اس کی آنکھیں کیسی تھیں اور اس کا چہرا کیسا تھا

کچھ دھوپ ہے کچھ حبس کا صحرا مرے آقا
ایسے میں ہوا کا کوئی جھونکا مرے آقا

جز تیرے نہیں ہے نفس ایجاد کوئی بھی
تو سارے مسیحوں کا مسیحا مرے آقا

یہ دل تو دھڑکتا ہے تیری یاد کے صدقے
آنکھوں نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا مرے آقا

میں تیری محبت سے سرفراز ہوں مجھ کو
بے مہریٔ دنیا کا گلہ کیا مرے آقا

میں بندۂ روپوشِ ندامت تہہ گرداں
تو حرفِ جلی میری دُعا کا مرے آقا

اب اس دلِ آوارہ کی شوریدہ سری سے
بس ایک صدا آئی ہے آقا مرے آقا

تو اوّلیں تحریر سرِ صفحۂ عالم
تو آخری پیغام خدا کا مرے آقا

سلیم شہزاد

یہودیو
کس عذاب کے دشتِ لاطرف میں اسیر ہو
کس سراب کے سحر میں پھنسے، کس کے منتظر ہو
پہاڑ سے آگ لانے والے

پہاڑ کو اپنی لحنِ وجد آفریں پہ سجدہ کرانے والے
پہاڑ کو گھر بنانے والے رسولؐ
جس آفتابِ فاران کی بشارت سُنا گئے ہیں
وہ آفتاب آچکا
وہ فاران سے اُٹھا
سات گھوڑوں والے سنہرے رتھ پہ سوار فیس
شفق دھنک آئینوں میں روشن رولیشور
اور برق در کف زیوس
اس آفتاب کی گردِ راہ
اس کے طلوع سے مثل کذب و باطل فنا ہوئے
اس کے نور سے دہشتِ شب کا جادو بکھر گیا
(زراثغانِ معتوب،
تم جیسے کہہ رہے، "سحر" مبین وہ بنیات ہیں)
اے مجوسیو
کس ستارے کو، کس فلک کی تاریکیوں میں
تم ڈھونڈتے پھر رہے ہو

وہ طفلِ ناطق جو وادیِ ناصرہ میں تم دیکھ آئے تھے
آفتابِ فاران کا ہے وہ شاہد و مُبشّر
وہ آفتاب آچکا
وہ فاران سے اُٹھا
اور اس کے اُٹھتے ہی قصرِ فارس کے کنگرے خاک میں ملے
اہرمن اگن کنڈ بجھ گیا
(زاغانِ معتوب
تم جسے پھونکوں سے بجھانے چلے ہو
آتش کدے کا شعلہ نہیں، وہ نورِ خدا ہے)
یَا اَیُّھَا النَّصَارٰی
صیہون کے مرغزار میں چلتی پھرتی بھیڑوں نے راہ کھو دی
وہ گلّہ بان جس نے آمدِ حق کی دی گواہی
تمھارے معبد میں
ایلی ایلی لما سبقتانی کہہ کے خاموش ہو گیا اور تم نہ سمجھے
اسے بھی اے زاغانِ معتوب
اے نصاریٰ، مجوسیو اور یہودیو کس کے منتظر ہو

وہ آفتاب آ چکا
جو ردائے بطرسی میں
سنہرے رتھ پہ سوار
غلماں، فرشتگاں اور انبیاء کے ہجوم میں
ریگ زارِ فاراں پہ ضوفشاں تھا، وہ ضوفشاں ہے
وہ نور دائمہ گراں گراں تھا
وہ نور دائمہ گراں گراں ہے
وہ بحرِ ظلمت گراں گراں تھا
اسی میں گوہر کوئی نہاں تھا
جو دشت ظلمت چہار سُو تھا
اسی میں کوئی چراغ رُو تھا
جو سنگ صحرا سلگ رہا تھا
وہی نشانِ آب زار کا تھا
جہاں طلسم وَد و ہبل تھا
وہیں بلند اسمِ عزّ و جل تھا
جہاں کہ شرِّ ابولہب تھا

وہیں رسولِ امین لقب تھا
سدوم عکا ظ جس طرف تھا
وہیں کسی لب پہ "یا اسف" تھا
زمانہ جب مائلِ ستم تھا
ستم گروں کو کسی کا غم تھا
جو شہر کا شہرِ پُر فتن تھا
وہیں رسولِ عفوِ زمن تھا
مُشارِ انگشت پہ قمر تھا
گواہ کیوں ہر شجر حجر تھا
کوئی تو مشہودِ بحر و بر تھا
کوئی تو مشہودِ بحر و بر ہے
حرا کی تاریکیوں میں روشن
وہ لیلتہ القدر کا ستارہ
کلامِ اقراء کا رازداں تھا
وہ اُمّی حرف و لفظ، الف لام میم و طاہا کا رازداں تھا
معلّمِ اہلِ عقل و دانش، وہ اُمّیِ منطق و بیاں تھا

وہ امّیِ منطق و بیاں

وہ مدینۃ العلم مبدعِ علم ناطقاں ہے

مبارک است اُو

کہ می بُرد ذات بندہ را از صحن کعبہ بہ صحنِ اقصےٰ

(کہ سیل نورِ کرم جہاں تھا، کرم جہاں ہے)

پس اس کی تبریک بے گماں ہے

ز صحن کعبہ بہ صحنِ اقصےٰ

طرف طرف جس کو بے نشاں ہے

پس اس کی تبریک بے گماں ہے

کہ جس کو طولِ زمانِ نوری بھی لازماں ہے

عرب، عجم، چین، ہند، یونان، روم، بربر

اتال، پاتال، سو منڈل، لگن

گگن کے پرے، ازل کے ازل، ابد کے ابد پہ

وہ نام سائباں تھا

وہ نام وجہ وجود تخلیق دو جہاں تھا

وہ نام تسکینِ دو جہاں ہے

وہ عطر آگیں و خوش نوا نام
لطف و عیشِ لب و زباں تھا
وہ نام عیشِ لب و زباں ہے
یہودیو، اے مجوسیو، اے صلیبیو
کس عذاب کے دشتِ لاطرف میں اسیر ہو
کس کے منتظر ہو
وہ فرقلیطوس و منحمنّا
وہ ماذ یاذ، احمدؐ و محمدؐ
وہ کلکی و نراشنس و عادون و برنشا
وہ مسیحِ موعود و شمسِ رُخ آ چکا
وہ فاران سے اُٹھا
اس نے دیوِ ظلمت کا سر قلم کر کے
روشنی کو نجات دی
اور عرب، عجم، چین، ہند، یونان، روم، بربر
طرف طرف اس کا نام روشن
ورق ورق، لفظ لفظ اس کا پیام روشن

ساحل احمد

جستہ جستہ لکھا ہے
اچھا اچھا لکھا ہے
نام محمدؐ صلعم کا
اللہ اللہ لکھا ہے
کتنی خوش بو کاغذ پر
نام نبیؐ کا لکھا ہے
سب سے پہلے رب نے ہی
نام تمھارا لکھا ہے
رنگ گلابی پتّوں کا
گُل نے کلمہ لکھا ہے
وید مقدّس میں بھی تو
آپؐ کا آنا لکھا ہے
یاد بچھی ہے پلکوں تک
آنکھ میں روضہ لکھا ہے

احمدؐ مرسل پہلا نام
اوّل و آخر تیرؐا نام
ارض و سما تک مہکا نام
اتنا شگفتہ اسؐ کا نام
روزِ ازل کا پہلا دن
رب نے لکھا تیرا نام
باغِ جناں کے پھولوں نے
پیار سے گوندھا تیرا نام
نوکِ پلک پر اشکوں نے
لکھا احمد پیارا نام
ہونٹ گلابی پھولوں کا
کس نے لکھا تیرا نام
دونوں جگ میں ساحل جی
ذکرِ نبی سے چمکا نام

شفیع اللہ خاں راز اٹاوی

وردِ زبانِ شوق ہے ہر دم صلی اللہ علیہ وسلم
ختم رسل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
ساقیٔ کوثر نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم
شافیٔ محشر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کو جب سے اپنا بنایا، اپنا بنا کر دل میں بسایا
عین خوشی ہے اپنا ہر اک غم صلی اللہ علیہ وسلم
جن کو خدا نے پاس بلایا، پاس بلا کر راز بتایا
آپ ہیں وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
پی کے شرابِ عشق محمدؐ، کہتے ہیں ہر دم جھوم کے میکش
ہوتی نہیں ہے تشنہ لبی کم صلی اللہ علیہ وسلم
جن کے فیضِ نورِ ازل سے دور ہوا دنیا کا اندھیرا
آپ وہی ہیں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
رازؔ ہوں ان کی مشکلیں آساں، پورے ہوں اسکے دل کے ارماں
پڑھ کے اگر کر لے یہ کوئی دم صلی اللہ علیہ وسلم

فردوس چاہیے نہ تمنّا ہے حور کی
کافی ہے رازؔ مجھ کو غلامی حضورؐ کی

اس پر عذابِ نارِ جہنّم حرام ہے
جس کو ہے صدقِ دل سے محبّت حضور کی

پہلے مذاقِ دید تو پیدا کرے کوئی
جلوے برس پڑیں اسی چوٹی سے طور کی

سارے نبی تھے مسجدِ اقصیٰ میں مقتدی
اللہ کیا تھی شانِ امامت حضور کی

جس کی ضیا سے رونقِ بزمِ جہاں بڑھی
انسان بن گئی تھی وہی ذات نور کی

اس کا ثبوت ہے شبِ معراج کی حدیث
محسوس کی خدا نے ضرورت حضور کی

اے رازؔ سنگ ریزوں کو کلمہ پڑھا دیا
اللہ کیا ہے شانِ نبوت حضور کی

شہودِ عالم آفاقی

ادائے فصلِ بہار کیا ہے گلوں کا حسن و شباب کیا ہے
سوائے عکسِ رُخِ منوّر یہ ماہتاب آفتاب کیا ہے
نظر کے صدقے لُٹا رہا ہوں خیال میں تربتِ نبیؐ پر
مجھے کچھ اس سے نہیں ہے ثواب کیا ہے عذاب کیا ہے
بنایا اک بوریہ نشیں کو خدا نے دونوں جہاں کا مالک
خرد کو آنے لگا ہے چکر خدا کا یہ انتخاب کیا ہے
قمر بھلا شق نہ ہوتا کیسے پلٹ کے آتا نہ کیسے سورج
خدائی قبضے میں آپ کے ہے یہ ماہتاب آفتاب کیا ہے
بہت سی آنکھوں نے اس کو دیکھا جدھر سے گذرے رسولِ اکرمؐ
مہک اُٹھے راستے کے کانٹے یہ موتیا گلاب کیا ہے
قریب عرشِ بریں جو پہونچے نبیؐ اکرم صدا یہ آئی
کہ نور تم بھی ہو نور ہم بھی چلے بھی آؤ حجاب کیا ہے
چلو یہ مانا شہود عالم کہ مصطفےؐ غیب داں نہیں ہیں
مگر یہ کوئی بتائے ہم کو یہ آخر اُمّ الکتاب کیا ہے

شرف الدین مصلح

یہ آپؐ کا فیض، آپ ہی کی عنایتیں ہیں
بساط کیا تھی۔ جو آپ سے مجھ کو نسبتیں ہیں
یہی بہت ہے کہ مجھے خواہشِ غلامی
غلام کو اس خیال سے کتنی راحتیں ہیں
اگر ملے اذنِ باریابی تو دل یہ سمجھے
دھیان میں آپ کے تصوّر کی یہ نزہتیں ہیں
نگاہ میں حشر کا تصوّر بندھا ہوا ہے
خیال میں آپؐ کی شفاعت کی نصرتیں ہیں
زمانے بھر کے گناہ میرے حساب میں ہیں
مجھے حضور آپ سے بہت ہی ندامتیں ہیں
نظر کی فیاضیوں کے صدقے جسے بھی دیکھیں
وہ یہ سمجھتا ہے، اس پہ ہی خاص شفقتیں ہیں
سلام بھیجوں تو عرش پر سے سلام آئے
حضور کی خاکِ پا کے صدقے یہ رحمتیں ہیں
حضور قدموں میں بیٹھنے کا شرف عطا ہو
حضور کی ٹھوکروں میں دُنیا کی رفعتیں ہیں

صولت علوی

مرحبا صلِ علیٰ چہرۂ زیبائے نبیؐ
اللہ اللہ دو عالم ہے زلیخائے نبیؐ

یوں مرے اشک ندامت کو ملے اوجِ فلک
دیدۂ تر ہو مرا اور کفِ پائے پائے نبیؐ

بحرِ رحمت کی سمائی بھی اسی ظرف میں ہے
روحِ کونین ہے اک ساغرِ صہبائے نبیؐ

حشر کا اُمّتِ عاصی کو نہیں کچھ کھٹکا
مرضیٔ حق بھی وہی ہے جو ہے ایمائے نبیؐ

نعت ہو لب پہ تو آنکھوں میں ہو آنسو صولت
اور ہو پیشِ نظر گنبدِ خضرائے نبیؐ

صفدر صدیق رضی

میں اپنی بے بصری پر ملول ہوں کب سے
تری نگاہِ کرم کا سوال ہے اب سے
عطا ہو مرے دہن کو وہ حسنِ گویائیؔ
بہ جز درود ادا کچھ نہ ہو مرے لب سے
اے ماہتاب رسالت اے آفتابِ رسل
نوید صبح ملے مجھ کو ظلمتِ شب سے
ترے مقام پر الفاظ کی گرفت نہیں
کہ تو ازل سے ہے ارفع ہر ایک منصب سے
بس اور اس کے سوا کچھ بھی مجھ کو یاد نہیں
سبق ملا ہے محبت کا ترے مکتب سے

صفدر حسین صفدر

رحمت العالمیں ہیں آپ رحمت کیجیے
یہ عنایت ہم پہ ازراہِ عنایت کیجیے
آگیا ہوں حشر تک اپنے گناہوں کے لیے
عدل کے میدان میں میری شفاعت کیجیے
دونوں عالم آپ کی شانِ کریمی پر نثار
ہم گنہ گاروں پہ بھی کوئی سخاوت کیجیے
آپ محبوبِ خدا ہیں آپ محبوبِ جہاں
اور پھر اس دہر میں کس سے محبّت کیجیے
لائیے صفدر نہ لب پر اور کوئی تذکرہ
آج ذکرِ مصطفےٰؐ پر ہی قناعت کیجیے

صائمہ خیری

مرے پیمبرؐ!
بکھر گئی ہوں
تمام رستے
مہیب اندھے کنوئیں کی جانب سمٹ رہے ہیں
میں سوچتی ہوں
کہ بات مانوں تو کس کی مانوں
کہ میرے اندر

کہ میرے باہر
تضاد لاکھوں جھلک رہے ہیں
سوال لاکھوں اُبل رہے ہیں
محبّتوں اور نفرتوں کا عجیب لاوا
مری نسوں میں کئی برس سے پگھل رہا ہے
جواب پاؤں تو کس سے پاؤں
تمام انسان مضطرب ہیں
مرے پیمبرؐ !
کئی برس سے میں رو رہی ہوں
خطائیں لاکھوں قدم قدم ساتھ چل رہی ہیں
میں ایک ذرّہ
بہت ہی عاجز
بہت ہی پاگل
مجھے کوئی راستہ دکھا دے
مرے پیمبرؐ !
مرے پیمبرؐ !

صلاح الدین محمود

لوہو کی انجان گگر
کے پرے سمندر رہ خو کا

ان کی مہک سپیدہ جیسی
طائر اک خوشبو کا
ان کا بدن شجر کی سیرت
جو خود ہی اُگتا ہو
خود اُگتے اس بن میں بولے
مور میرے لہو کا
تم سجدہ، تم پیشانی
تم چٹیل میداں کا خم
جس کے پرے ترا اک جنگل
بارش کے قابو کا
بے قابو، ہم میں قابو
کیا اس حیراں کا لمحہ
جس نے سنا شجر میں جلتے
شعلہ میٹھی خو کا
تم دوہرے تاروں کے باسی
مجھ میں دوہرا دریا

اک اکہری رنگت لب کی
اور لہجہ آہو کا
کیا مجھ میں اک آئینہ گم
جس کے پرے سمندر
کیا پانی کی شنوائی میں
عکس میرے پہلو کا
کیا تم کو میں ان آنکھوں سے
اس پار میں پاؤں
کیا تم خود زینے آؤ
یا میں آئینے جاؤں
تم میری آنکھوں کے پانی
میرے لب کا بچپن
میری راتوں کے طائر
لمحہ تم خوشبو کا
لوہو کی انجان گگر
کے پرے سمندر خوکا

ضیاالقادری

آئینہ بہ کف جلوۂ رخسارِ نبیؐ ہے
ہر اہلِ نظر شائقِ دیدارِ نبیؐ ہے
ہے خلد محل گل کدۂ چشم تمنا
فردوسِ نظر روضۂ پُر انوارِ نبیؐ ہے
جنّت کی بہاریں ہیں جہاں خلد بہ داماں
صحرائے مدینہ ہی وہ گلزارِ نبیؐ ہے
وہ ساقیِ تسنیم ہیں وہ ساقیِ کوثر
پیمانہ بہ کف خلد میں مے خوارِ نبیؐ ہے
خیر البشرؐ و ختم رسلؐ ہیں وہ جہاں میں
ہر جن و بشر غاشیہ بردارِ نبیؐ ہے
حاضر ہے ضیا انجمنِ شاہِ رسل میں
ہاتھوں میں لیے دفترِ اشعارِ نبیؐ ہے

ضمیر درویش

مرے آقا سے پہلے تیرگی ہر در پہ رکھی تھی
تباہی بام پر تھی اور ہلاکت سر پہ رکھی تھی
ذلیل و خوار ہو کر رہ گئی تھیں محترم قدریں
حیا پیروں تلے، انسانیت ٹھوکر پہ رکھی تھی
جسے چاہا تراشا اور خدا اپنا سمجھ بیٹھے
خدائی ان کی نظروں میں کفِ آذر پہ رکھی تھی

نہ اپنے حال کی تھی کچھ خبر ان کو نہ ماضی کی
نہ منظر پہ نظر تھی اور نہ پس منظر پہ رکھی تھی
مرادیں مانگتے تھے آگ سے دریا سے سورج سے
بھروسہ کفر پہ تھا اور نظر پتھر پہ رکھی تھی
کوئی بستی اُجاڑے، کوئی خطہ روند کر رکھ دے
زمیں جیسے کہ گروی روم کے قیصر پہ رکھی تھی
طلوعِ صبحِ عرفاں نے اسے صد چاک کر ڈالا
گناہوں کی جو کالی رات ہر منظر پہ رکھی تھی
ہوئی مسمار وہ قامت کھڑی تھی جو تشدد پہ
عمارت وہ گری بنیاد جس کی شر پہ رکھی تھی
مرے آقا نے بڑھ کر چھین لی ظالم کے ہاتھوں سے
وہ شمشیرِ ستم جو گردنِ دختر پہ رکھی تھی
مکاں سے لامکاں تک آپ ہو کر آ گئے لیکن
حرارت جسمِ اقدس کی ابھی بستر پہ رکھی تھی
وہ کیوں دن بھول بیٹھے جب صدا اللہ اکبر کی
سرا سیمہ گونجی تھی لبِ خیبر پہ رکھی تھی

ضیائے نیّر

فرمودۂ صدیقہؓ مجھے خوب ہے ازبر
قرآنِ مجسّم ہی تو ہے خلقِ پیمبرؐ
اپنوں کا تو کیا ذکر کہ غیروں کے لیے بھی
وہ رحمت و رافت کا مروّت کا ہیں پیکر
پھوٹا شبِ تیرہ سے ابد تاب اُجالا
ظلمت کدۂ دہر ہوا جس سے منوّر

گُم گشتہ رہوں گو کیا منزل سے شناسا
ہیں ہادیِٔ دوراں، وہی اقوام کے رہبر
یک گونہ حلاوت ہے سمائی دل و جاں میں
ذکرِ شہِ آفاق ہے وہ قندِ مُکرّر
جو بارگہہِ سیّدِ لولاک لما ہے
ہے عرشِ معلّیٰ سے بھی رتبے میں وہ بڑھ کر
کرتے ہیں طواف اس کا سدا کرّ و بیاں بھی
انوار کا منبع ہے وہی روضۂ اطہر
مقصود ہے محبوب کی بس جلوہ گری ہی
ہو گا جو بپا حشر سرِ عرصۂ محشر
بس گوشۂ یک چشمِ کرم کا ہے طلب گار
ہے ان کی حضوری میں کھڑا جو بھی سخن ور
میں اور مری کیا ہے بساط اُن کے لیے تو
عالم میں گہر سنج ہے اک ایک ہنر ور
توصیف کی قدرت ہی نہیں نطق و بیاں میں
الفاظ کو مدحت کا کہاں یارا ہے نیّر

ظفر علی خاں

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنّا تمھیں تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دُنیا تمھیں تو ہو

جلتے تھے جبرئیلؑ کے پر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمھیں تو ہو

سب کچھ تمھارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اُولیٰ تمھیں تو ہو

دنیا میں رحمتِ دو جہاں اور کون ہے
اے تاجدارِ یثرب و بطحا تمھیں تو ہو

وہ شمع اُجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھمکنے والی تھی سب دُنیا کے درباروں میں
گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیّاروں میں
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں
بو بکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ کرنیں ہیں ایک ہی مشعل کی
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں
وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دُکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

ظفر اقبال

نقش تھا جا بہ جا محمدؐ کا
منظر ایسا کھُلا محمدؐ کا

سخن سبز پھر ہوا ہے بلند
دشت پھر گونج اٹھا محمدؐ کا

اور ہی طرح سے ہے عکس انداز
آئینہ ہے جدا محمدؐ کا

موسموں پر فضا محمدؐ کی
خوشبوؤں میں خلا محمدؐ کا

دن ہے سنگ نشاں سفر کا اگر
رات ہے راستا محمدؐ کا

کچھ رگوں میں رواں لہو کی طرح
ہے کوئی خواب سا محمدؐ کا

دل میں اڑتا بکھرتا رہتا ہے
رنگ صبح و مسا محمدؐ کا

وارث اس کا نہ ہو سکا کوئی
تخت خالی رہا محمدؐ کا

کام بھی کوئی اس طرح کا ظفر
نام تو لے لیا محمدؐ کا

ظفر شاداب

وہ جس کے زیرِ قدم اوجِ لامکاں تک ہے
ہم اس کا دستِ رسا کیا کہیں کہاں تک ہے
میں لکھ رہا ہوں بہ صد شوق نعتِ پیمبرؐ
زمینِ فکر کی وسعت میں آسماں تک ہے
نگار خانۂ دل میں ہے کون جلوہ نما
شعورِ زیست اگر ربطِ جسم و جاں تک ہے
اسی کے زیرِ تصرّف ہے نظمِ شمس و قمر
وہ جس کی راہ کے ذرّوں میں کہکشاں تک ہے

اسی کو خوب ہے شانِ جمال یکتائی
وہ جس کا مدح سرا ربِّ دو جہاں تک ہے
اسی کو تمکنت و کبر و ناز واجب ہے
وہ جس کے سامنے خم چشمِ قدسیاں تک ہے
اُسی کو منبر و محرابِ شرع و دیں زیبا
وہ جس کا ہاتھ ہر ایک نبضِ ممکناں تک ہے
اسی کو زیب ہے تقسیم کوثر و تسنیم
وہ جس کے صرف میں عرق گلوئے جاں تک ہے
زبانِ غیب ہے اس کے شہود سے گل رنگ
ہر اک مجالِ سخن سعیِ رائگاں تک ہے
ابھی سے عقل پہ کیفِ جنوں کا عالم ہے
ابھی تو گفتگوئے نعت درمیاں تک ہے
حریم قدس، طلوعِ ازل، فضائے ابد
جمالِ نورِ محمدؐ کہاں کہاں تک ہے
کتابِ عقل ہے عرفاں تمائے شانِ حبیبؐ
حدیثِ عشق ابھی سرِّ دل براں تک ہے

عروج زیدی

ختمِ رسل کے بعد، شفیع الوریٰ کے بعد
آتا بھی اور کون حبیبِ خدا کے بعد
قدسی ہیں کس کے جشنِ ولادت سے شادکام
سب کہہ رہے ہیں صلِ علیٰ، مرحبا کے بعد
تخلیقِ کائنات کا منشا وہی تو ہیں
شانِ رسول دیکھیے شانِ خدا کے بعد

اسرارِ کائنات خود آئینہ بن گئے
پردے کہاں ہیں آپ سے پردہ کشا کے بعد
عشقِ نبیؐ میں رنگ اویسؓ و بلالؓ ہو
دادِ وفا ہے کارِ شعورِ وفا کے بعد
تاریخ فتحِ مکّہ عدیم المثال ہے
رحمت کا جشن عام ہے عفوِ خطا کے بعد
میری نظر میں "حاصلِ کونین" ہے یہی
جاؤں بھی میں کہاں درِ خیرالوریٰ کے بعد
اسریٰ بعبدہٖ مری تائیدِ معتبر
وہ باریابِ عرش ہیں غارِ حرا کے بعد
یہ راز کب ہے اہلِ بصیرت سے پوچھیے
ہر سازِ بے صدا ہوا صلِّ علیٰ کے بعد
کیف آفریں مقام ہے جنّت کہیں جسے
لیکن حرم کے منظرِ راحت فضا کے بعد
کتنا حیات بخش یہ پیغام ہے عروج
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

عبدالعزیز خالد

ہے کبھی شعبِ ابی طالب، کبھی ثور و حرا
واقفِ اسرارِ خلوت کون ہے اس کے سوا؟
اس کو کہتا ہے محمدؐ: نطقِ عبدالمطلب
ابنِ مریم نے اسی کو اِسمہٗ احمدؐ کہا
ہے وہی علامۂ امّی لقب قاموسِ رب
ہے سراپا قدِّ آدم جوہ کلامِ کبریا

آرزوئے دیدِ شاعرِ بے زبانِ شاہؑ پہ
واہ وا اعجاز و اعزازِ کلامِ عنترہ
حاضر و غائب دلِ عاشق حضوری میں رہا ہے
آفرینش سے بھی پہلے اس پہ میں عاشق ہوا
دیکھیں پھر کب نعمتِ دیدارِ جاناں ہو نصیب
چرخِ ناہنجار نے پھینکا ہے سنگِ تفرقہ
جنبشِ لب کی نہیں محتاج روحوں کی زباں
میں کلام اس سے کروں بے ترجمانِ واسطہ
کس طرح عشق و ہوس میں کھینچیں خطِ امتیاز؟
ہر کس و ناکس بنا ہے زمزمہ سنجِ وفا
گو ابو تمام کی مانند میں تمام ہوں
ہے زباں پہ تذکرہ استغفراللہ القرآن کا
حرف ہے سرمایہ میرا، سوز ہے دولت مری
نام فرزانوں کی محفل میں ہے دیوانہ مرا
میرے سارے زمزمے ہیں اس صدا کی بازگشت
جس صدا کے لحن میں شامل ہے تنزیلِ خدا

عارف عبدالمتین

طائف کا سفر طے نہ کیا، سنگ نہ کھائے
ہم کب تری سنت پہ چلے، کوئی بتائے
کب قریۂ ظلمت میں لہو اپنا بہایا
کب رنگ ترے ہم نے رگِ جاں میں رچائے
احرام کو کب ہم نے کفن اپنا بنایا
کب سوئے حرم گھر سے تری طرح نکل پائے
دشمن ہی نہیں دوست بھی بیزارِ سخن ہیں
کب ہم کو سلیقے تری گفتار کے آئے
وہ شعلۂ آواز کہ فاراں سے اُٹھا تھا
اس حیف کہ زمستاں میں ہمیں آج بھی گرمائے
ہم ڈھونڈ رہے ہیں ترے نقشِ کفِ پا کو
ہرچند کہ ان آنکھوں کے آئینے بھی پتھرائے
مایوس نہیں ہم تری رحمت سے اگرچہ
اُٹھتے نہیں سر اپنے ندامت سے اُٹھائے

عبد الغنی سالک

خسروِ دیں لکھوں مالکِ دُنیا لکھوں
شاہِ برزخ لکھوں یا سرورِ عقبیٰ لکھوں

حسرت و آرزو آنکھوں کا اُجالا لکھوں
دل کا مقصود لکھوں جانِ تمنّا لکھوں

سنگ ریزوں کو عطا جان کی تو نے تجھ کو
میں مسیحا لکھوں یا جانِ مسیحا لکھوں

میں ہی کیا خلقِ جہاں پاتی ہے تجھ سے نعمت
اپنا داتا لکھوں یا خلق کا داتا لکھوں

رُخ ہے والشمس ترا زلفیں ہیں واللّیل تجھے
راحتِ شب لکھوں یا دن کا اُجالا لکھوں

بگڑی تنظیم زمانے کی بنائی تو نے
کیا کیا اوصاف ترے اے شہِ بطحا لکھوں

عطاء الحق قاسمی

ہم اس کا نقشِ پا بھولے ہوئے ہیں
خداوندا! یہ کیا بھولے ہوئے ہیں
چلو پھر لوٹ جائیں اس طرف کو
جدھر کا راستہ بھولے ہوئے ہیں
اسے سوچیں تو یاد آتا ہے ہم کو
کہ ہم تو مدّعا بھولے ہوئے ہیں
گھرے ہیں تنگ ناؤں میں کچھ ایسے
سمندر کی ہوا بھولے ہوئے ہیں
یہ ساحل ضرور اتریں گے اک دن
پرندے راستہ بھولے ہوئے ہیں
قسم ہم کو عطاؔ شیریں لبوں کی
بیاں کا ذائقہ بھولے ہوئے ہیں

عارف شفیق

جب نظر کے سامنے روضہ کا منظر آئے گا
خود بہ خود میری زباں پر ذکرِ سرور آئے گا

دیکھنا ہے سایۂ احمد تو دیکھو عرش پر
آسماں کا سایہ آخر کیوں زمیں پر آئے گا

مجھ کو نسبت ہے محمدؐ سے نہیں دنیا کا خوف
مجھ سے ٹکرائی تو گردش کو بھی چکر آئے گا

تیرگی کو کاٹ دے گی جنبشِ نوکِ قلم
روشنی کے ہاتھ میں کرنوں کا خنجر آئے گا

جو محمدؐ کے نہیں نظریں جھکا کر جائیں گے
مدح خوانِ مصطفےٰ تو سر اٹھا کر آئے گا

آنکھ میں بھر لوں گا میں تو شربتِ دیدار کو
جام بھرنے جب میرا ساقیٔ کوثر آئے گا

جس کے دل میں آئے گا عارفؔ محمدؐ کا خیال
بخت کی تاریکیوں میں مثلِ خاور آئے گا

عثمان عارف

آئے وہ بن کے دونوں جہاں کی بہار آج
تسکینِ رُوح آج ہے دل کو قرار آج
کس شان میں ہے رحمتِ پروردگار آج
دُنیا درود پڑھتی ہے بے اختیار آج

فرشِ زمیں سے تا بہ فلک رنگ و نور ہے
روشن ہے کائنات یہ شانِ حضورؐ ہے

ڈالی جو اس نے خاص نظر التفات کی
تنویر بھر دی آپؐ میں سب اپنی ذات کی
پُر نور صبح ہو گئی تاریک رات کی
تصویر پوری آج ہوئی کائنات کی

حسنِ ازل کا نیّرِ اعظم چمک اُٹھا
کونین میں وہ نورِ مجسّم چمک اُٹھا

تاروں کی انجمن ہے فلک پر سجی ہوئی
قدموں میں ان کے چاند لٹاتا ہے چاندنی
طاری ہے فرطِ عیش میں پھولوں پہ بے خودی
پھولی نہیں سماتی چمن میں کلی کلی

تشریف آ رہی ہے جو عالی جناب کی
ہر سو مہک ہے عنبر و مشک و گلاب کی

آداب کے لیے ہوئے صف بستہ انبیاؑ
حوروں نے مل کے نغمۂ صلِّ علیٰ پڑھا
جاری ہے قدسیوں کی زبانوں پہ لا اِلٰہ
گونجی ہوئی فضا میں ہے توحید کی صدا

عرشی تمام جھک پڑے تسلیم کے لیے
اہلِ زمیں کھڑے ہوئے تعظیم کے لیے

تاریکیاں جہان کی کافور ہو گئیں
چمکا جو مہر بستیاں پُر نور ہو گئیں

دل شاد اور طبیعتیں مسرور ہو گئیں
آنکھیں مئے زلال سے مخمور ہو گئیں

ساقی کا لطف خاص ہے میخانہ عام ہے
ہر بادہ کش کے ہاتھ میں کوثر کا جام ہے

آئے حضورؐ رحمتِ یزداں لیے ہوئے
شیرازۂ حیات کا ساماں لیے ہوئے
آسودگیٔ قلبِ پریشاں لیے ہوئے
انسانیت کے درد کا درماں لیے ہوئے

دینِ محمدیؐ کی جو تکمیل ہو گئی
بزمِ جہاں کی اک نئی تشکیل ہو گئی

نورِ خدا وہ آیا کہ ایمان آ گیا
انسانیت کو ناز ہے انسان آ گیا
بالیدگیِ روح کا سامان آ گیا
خود منہ سے بولتا ہوا قرآن آ گیا

انسان کے ضمیر کو ایسی جِلا ملی
ظلمت کدہ میں دہر کے راہِ خدا ملی

صادق، امین اور نذیر و بشیر ہیں
والشمس و والضحیٰ و سراجاً منیر ہیں
جلوہ نمائے حق ہیں وہ روشن ضمیر ہیں
یکتا ہیں، بے مثال ہیں وہ بے نظیر ہیں

رحمت کی اک نگاہ سے دُنیا بدل گئی
ایمان تازہ ہو گئے حالت سنبھل گئی

اخلاق ان کا شیوہ تو الطاف ان کی خو
پھولوں سے نرم غنچوں سے نازک ہے گفتگو
قسمت سے جس نے دیکھ لیا چہرۂ نکو
آنکھیں ہوئی ہیں پاک ہوا قلب باوضو

چہرہ نظر وہ آیا کہ قرآن کھل گیا
اُمّت کا سارا دفترِ عصیاں ہی دُھل گیا

پردے فریب و مکر کے سب چاک ہو گئے
جتنے خدا تھے مٹی کے وہ خاک ہو گئے
قصّے ہی کفر و شرک کے سب پاک ہو گئے
جو نا سمجھ تھے صاحبِ ادراک ہو گئے
بندوں کو بندگی کا سلیقہ سکھا دیا
دُنیا کو آگے ایک خدا کے جُھکا دیا

ڈوبے ہوؤں کی ناؤ ترانے کو آ گئے
گرتے ہوؤں کو اونچا اُٹھانے کو آ گئے
بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھانے کو آ گئے
سینے سے بے کسوں کو لگانے کو آ گئے
برسے جو بن کے ابرِ کرم غم مٹا دیے
جو دو سخا کے آپ نے دریا بہا دیے

آقا کوئی نظر میں نہ کوئی غلام ہے
دینِ خدا میں خاص ہے کوئی نہ عام ہے

اس دیں میں فرد فرد کا انسان نام ہے
ہر گفتگو میں ان کی خلوصِ عوام ہے
انصاف و عدل وہ ہے طبیعت میں آپؐ کی
شاہ و گدا ہیں ایک شریعت میں آپؐ کی
بعدِ غروب دین کا سورج اُبھر گیا
انگلی کا معجزہ تھا جو شق القمر ہوا
صلِّ علےٰ یہ قربِ خدا وندِ کبریا
دَم بھر میں سفر طے تھا زمین اور عرش کا
لاکھوں سلام، لاکھوں درود اُن پہ مرحبا
جن کا ہر ایک سانس ہے اک زندہ معجزہ
ظاہر رموز کرسی و لوح و قلم ہوئے
بے نور قصر قیصر و کسریٰ و جم ہوئے
ہر سُو بلند حق کے نشان و علم ہوئے
مولا کے سامنے سرِ تسلیم خم ہوئے

بادل فلک پہ فضل و کرم کے جو گھر گئے
ظلم و ستم کے قصرِ فلک بوس گر گئے

چشمِ محمّدی کا اشارہ جو پا گئے
صحرا نشیں عرب کے، زمانے پہ چھا گئے
ذرّات آفتاب کی منزل پہ آ گئے
منہ ان کے جو بھی آئے وہی منہ کی کھا گئے

دل سے جو بن گئے تھے غلامِ محمّدیؐ
ان کے قدم کے نیچے تھی عالم کی سروری

اے مرحبا! جنابؐ، خدا کے رسولؐ ہو
ڈالو جو اک نگاہ تو کانٹا بھی پھول ہو
عارف کا بھی سلامِ عقیدت قبول ہو
بہرِ حسنؓ، حسینؓ، علیؓ و بتولؓ ہو

ارماں مچل رہے ہیں مدینے کے واسطے
ہو جائے اہتمام سفینے کے واسطے

علیم صبا نویدی

سایہ افگن چار سو ہے روئے انوارِ نبی
ذرّہ ذرّہ سرفرازِ بوئے انوارِ نبی
ہے فقیرِ مصطفٰے کی آج بھی یہ آرزو
ہو میسّر دیدنی کوئے انوارِ نبی
خاکِ نورانی، زمین و آسماں عنبر نشاں
ہر کلی، ہر پھول میں خوش بوئے انوارِ نبی
میری آنکھوں کی شعاعوں کا سفر ہے ناتمام
کون لے جائے گا مجھ کو سوئے انوارِ نبی
خانۂ فکرِ صبا پہ شاہِ دیں کا ہے کرم
روز و دل میں موجزن ہے جوئے انوارِ نبی

عرفان صدیقی

مرا مقام کہ یثرب کی سرزمیں دیکھوں
مرا نصیب کہ ارضِ رسولؐ تک پہنچوں
یہ بات میرے تخیل سے ماورا تھی کہ میں
نبی کے شہر میں پہنچوں نبی کی نعت لکھوں
عجیب سادگیِ عشق کے تقاضے ہیں
کہ خاک ہو کے ثریا کو چومنا چاہوں
یہ داغ داغ جبیں اور یہ تری دہلیز
ترے کرم کے کرشمے تری نظر کا فسوں

میں ایک بندۂ ناچیز۔ راندۂ درگاہ
شکستہ پائے غریب و فتادۂ و محزوں
خراب و بے کس و بے چارہ و تہی داماں
شکستہ حال و نحیف و نزار و خوار و زبوں
مری بیاضِ عمل نامۂ سیاہ کی طرح
مرے گناہ شمار و حساب سے افزوں
یہ چاہتا ہوں کہ پہنچوں قریب تر لیکن
قدم اُٹھاؤں تو سو بار ڈگمگا جاؤں
میں کس خیال سے لپٹوں ترے ستونوں سے
میں کس طرح ترے روضے کی جالیاں چوموں
دُعا کو ہاتھ اُٹھاؤں تو لفظ ہی نہ ملیں
یہ سوچتا ہوں کہ مانگوں تو کس طرح مانگوں

حضورؐ رحمتِ کون و مکاں ہے آپ کا نام
ہر اک درخت کا سایہ ہر ایک چھت کا فسوں

ہر ایک درد کا درماں ہر ایک غم کی دوا
ہر ایک آنکھ کی ٹھنڈک ہر ایک دل کا سکوں
وہ جس کو ساقیٔ کوثر کہا ہے قرآں نے
میں اس کے شہر میں آ کر بھی تشنہ لب لوٹوں
یہ تیرے دامنِ رحمت سے ہے بعید کہ میں
تری گلی سے تہی دست لوٹ کر جاؤں

حضورؐ آپ کی دہلیز پر کھڑا ہوں میں
جو آپ سے نہ کہوں حالِ دل تو کس سے کہوں
حضورؐ کب سے ہوں نا آشنائے لذّتِ عشق
نہ میری آنکھ میں آنسو نہ میرا دل پُرخوں
نہ میں جنوں سے شناسا نہ شوقِ آبلہ پا
نہ چشمِ نم، نہ تمنّائے غم نہ سوزِ دروں
حضورؐ میری نظر خوگرِ تماشہ ہے
حضورؐ آتشِ خاموش کو ترستا ہوں

حضورِ بارگہ فیض سے عطا ہو مجھے
وہ کیف و درد کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں
وہ آگ دے کہ پگھل جاؤں موم کی صورت
حریمِ دل کو اجالوں مثالِ شمع جلوں
نگاہ و قلب کی گہرائیاں ملیں مجھ کو
کہ دل پہ چوٹ بھی کھاؤں تو آہ تک نہ بھروں
مرے وجود کی قاشیں بکھر بکھر جائیں
میں تیرے شہر کی گلیوں کی دھول بن جاؤں

جگر خراش ہے کچھ اس قدر حدیثِ وداع
یہ سوچتا ہوں بچھڑنے کی بات ہی نہ کروں
تری گلی سے جو نکلا تو یوں لگا مجھ کو
کہ عمر بھر کے لیے اپنے گھر سے جاتا ہوں
ہر ایک گام پہ ٹپکا مرے جگر کا لہو
ہر ایک موڑ کو اشکوں کے ہار پہناؤں
عطا ہو دولت عرفان و آگہی مجھ کو
ہزار کوس پہ جا کر بھی تیرے پاس رہوں

عنایت علی خاں

وہ جن کے حسن سے رونق جہاں کو ملتی ہے
وہ جن کے نام سے لذّت زباں کو ملتی ہے
وہ سنگِ میل کہ صحرائے زیست میں جس سے
دلیلِ راہ ہر اک کارواں کو ملتی ہے
وہ جن کا لطف زمان و مکاں سے ہے آزاد
وہ فصلِ گُل کہ ہر اک گلستاں کو ملتی ہے
وہ جن کے فرق پہ سجتا ہے تاجِ خُلقِ عظیم
نگاہِ مہر ہی نامہرباں کو ملتی ہے
وہ جن کی خاکِ کفِ پا کو چوم لینے پر
بلندیوں کی سند آسماں کو ملتی ہے
وہ جن کی فکرِ حقیقت رسا کے صدقے میں
یقیں کی دولتِ محکم گماں کو ملتی ہے
وہ جن کے دم سے عنایت ہجومِ حرماں میں
قرارِ روح کو، تسکین جاں کو ملتی ہے

عقیل جامد

یہ دل بستۂ زنجیرِ رسولِ عربی ہے
جبیں میری شرع گیرِ رسولِ عربی ہے
خوشا بخت سماعت جو کسی روز سمیٹے
ہواؤں میں جو تقریرِ رسولِ عربی ہے
وہ رنگینیٔ دنیا کی طرف کھنچ نہ سکے گا
جو دل مسکنِ تنویرِ رسولِ عربی ہے
مہ و سال کی گردش کا اثر اس پہ نہ ہوگا
جواں نعرۂ تکبیرِ رسولِ عربی ہے
مجھے آتشِ دوزخ نہ جلا پائے گی ہرگز
مرا شغل تو تذکیرِ رسولِ عربی ہے
ابھی مٹ نہیں سکتی یہ کسی طور بھی جامد
ابھی قوم میں تاثیرِ رسولِ عربی ہے

عمیق حنفی

زمیں کی کشش خام
بہ ہر گام بکھرے ہوئے ہیں دشاؤں کے دام!

فرشتوں نے پھر کھول ڈالا بدن
کیا آبِ زمزم سے صاف اندروں۔
دُھلے لوحِ دل سے
جو بھی اکّا دکّا نشاں جاہلی عہد کے بچ گئے تھے
گھُلے کفر و تشکیک کے جو بھی سائے کہیں تھے
مُلبّب سنہرے پیالے میں شاید
وہ محلول عرفان و ایماں کا تھا
جسے ان فرشتوں نے سینے کے اندر انڈیلا
فرشتوں نے کیا اینٹ اڑے ہیں قلب و جگر

کہ طے ہو خلائی سفر؟

سواری
بدن اسپِ تازی کا چہرا کسی حور کا
دھنک رنگ شہپر
کسی چست، طرّار چیتے کی نازک کمر
رگ و پے میں ہیں پگھلی ہوئی بجلیاں
یہ بُرّاق برقِ مجسّم
شعاعیں لگام
بھرا ایک ڈگ اور طے ہو گیا عرصۂ صبح و شام

بہ یک جست بیت المقدّس میں لے آئی بُرّاق
سلیمانؑ کے ہیکل خاص پر
براہیمؑ و موسٰیؑ شریکِ نماز
رفیقِ سفر جبرئیلؑ

زمیں کو فلک سے ملانے لگا نور کا ایک زینہ

فلک جیسے چاندی کا فرش
ستارے سبک زر کی زنجیر میں کہکشاں نور پہ لٹکے ہوئے
کیا جدّ اوّل کو بڑھ کر سلام
نظر آئی مصروفِ تسبیح مخلوق جس کا نہیں کچھ شمار

سلیمانؑ و داؤدؑ و یحییٰؑ و نوحؑ
براہیمؑ و ہارونؑ و موسیٰؑ
ملاقات ان سب سے
فرشتے وہیں موت کا
شریربار اک آنکھ سے دوسری آنکھ کا فاصلہ یوم ستّر ہزار
فرشتے ہیں اک لاکھ اس کے جلو میں
دفاتر کھلے ہیں
دفاتر میں ہیں اندراجاتِ موت و حیات

فرشتہ ہے اک تیسرے منطقے پر
خطاؤں پہ انسان کی جو ہمیشہ بہاتا ہے آنسو

یہ اک تیسرا ہے عذاب و سزا کا فرشتہ
بدن جس کا تپتے ہوئے سُرخ تانبے کی مانند

فرشتہ ہے یہ ایک اور
بدن نصف ہے برف کا نصف ہے آگ کا
پگھلتی نہیں آگ سے برف تو برف سے آگ بجھتی نہیں

زمیں سے زیادہ وسیع اک فرشتہ
کہ سر جس کے ستّر ہزار
ہر اک سر میں مُنہ بھی ہیں ستّر ہزار
ہر اک مُنہ میں اس کے زبانیں بھی ہیں ستّر ہزار
زباں محوِ حمد و ثنا ہر زباں پہ دُعا ہے جدا
رُکے سدرۃ المنتہیٰ آ گیا
کروڑوں فرشتوں کے سائے ہیں عرشِ بریں پر
اِدھر ایک لب بستہ دریا کے پار
کئی منطقے ہیں

یہ ہے نور و ظلمات
یہ ہے آگ کا اور وہ آب کا
ہوا کا وہ ہے آخری منطقہ
جو ہم پانچ سو سال کے فاصلے پر

نظر آرہا ہے حجابِ جمال
حجابِ جلال اور حجابِ کمال
ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے جبرئیلؑ
کہا یہ ہے حدِّ ادب
بڑھیں آگے حضرت اکیلے ہی اب

اُٹھے سب حجاب
قریب آگیا عرش اب فاصلہ قابَ قوسین کا بھی نہیں
کہ گویا مقامِ دنا آگیا
وہ سیلابِ انوار سورج بھی شرما گیا
کئی لاکھ سورج

مگر روشنی چاندنی مثلِ کافور
نہ ٹیڑھی ہوئی وہ نگاہ
نہ حد سے تجاوز کیا
لگا جیسے دو ہاتھ دل اور شانے کی جانب بڑھے
مشافاتِ جاں میں پگھلنے لگے برف کے کوہسار
سرور اور سکون اور راحت کا یہ انتہائی مقام
سفر وہ مکاں کا زماں کا
سفر لامکاں کا

ہوئی ریزہ ریزہ رصدگاہِ ادراک
ہوئے ذرّہ ذرّہ تمام آئینہ خانہ ہائے حواس
یہ ہر گام بکھرے ہوئے ہیں دشاؤں کے دام
زمیں کی کشش خام
طلسمِ عناصر تمام

جو لوٹے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بستر ابھی گرم ہے

غفّار بابر

میں نے اُس ذاتؐ پہ لکھنے کی جسارت کی ہے
جسؐ کے دامن پہ فرشتوں نے عبادت کی ہے

آسمانوں پہ زمینوں پہ حکومت کی ہے
جس نے بابر میرے آقا کی اطاعت کی ہے

جس نے ہم خاک نشینوں کو ملک بوس کیا
جس نے بونوں کو عطا خلعتِ قامت کی ہے

کس کی جرأت؟ میرے آقاؐ کے برابر آئے
میرے آقاؐ نے تو نبیوں کی امامت کی ہے

اللہ اللہ کیا وہ لوگ تھے جن لوگوں نے
چلتے پھرتے میرے آقا کی زیارت کی ہے

زخم کھا کر بھی جو پھولوں کی ردائیں بخشے
میرے آقا نے تو کانٹوں سے محبت کی ہے

اس پہ سوچوں تو مدینہ نظر آتا ہے مجھے
طے جو لمحات میں برسوں کی مسافت کی ہے

میں کہ اک بندۂ ناچیز ہوں خورشید بہ کف
مجھ پہ اُس ذاتِ گرامی نے عنایت کی ہے

میرے مولا کی رضا ہے میرے آقاؐ کی رضا ہے
میرے آقاؐ نے تو بابر وہ ریاضت کی ہے

غالب عرفان

پھر فکر کی ترسیل پہ آقا کا کرم ہے
پھر نعت کی خواہش لیے جنبش میں قلم ہے

پھر ذہن میں روشن ہے مرے ایک اُجالا
پھر آنکھیں بچھی جاتی ہیں گردن مری خم ہے
پھر فہم کے چشمے سے اُبلتے ہیں معانی
پھر عقل میں اک لفظ شہنشاہ امم ہے
پھر ڈھونڈ رہا ہوں لیے ظرف تعلق
پھر فکر کے آئینے میں تعمیرِ حرم ہے
پھر مجھ سے محمدؐ کی زباں کہتی ہے وہ سب
جو وقت کی خواہش ہے تمنّا کا قدم ہے
پھر اذنِ ہدایت ہے وہی دورِ مہذّب
تاریخ کے اوراق میں کیا کیا نہ رقم ہے
سیرت کے کئی رخ ہیں کروں کس کا احاطہ
تفصیل کو صدیوں کی مسافت بھی تو کم ہے
میں کیا ہوں کہاں مدحتِ عرفاں کا سمندر
یہ سلسلۂ حسنِ سعادت ہے کرم ہے

غلام جیلانی اصغر

میں تیرا ثنا خواں ہوں، مجھے ذوقِ نظر دے
اک قلب تپاں، ذہن رسا، دیدۂ تر دے

تو میرے درودوں کو پذیرائی عطا کر
تو میرے سلاموں کو بھی شرفِ اثر دے
وہ کون ہے جو تیری غلامی پہ نہ خوش ہو
چوکھٹ پہ سلامی تیرے شمس و قمر دے
ہم منزلِ حیراں پہ کھڑے سوچ رہے ہیں
اس قافلۂ شوق کو اب اِذنِ سفر دے
کچھ شب کے اندھیرے میں سُجھائی نہیں دیتا
اے مخزنِ انوار مجھے نورِ سحر دے
تو قطرۂ نیساں کو بنا دیتا ہے موتی
آنکھوں میں جو آنسو ہیں انھیں آبِ گُہر دے
خود اپنی نگاہوں سے بھی پوشیدہ ہیں ہم لوگ
ہے تیری عطا جس کو بھی توفیقِ نظر دے
اک عمر سے سیراب نہیں چشمِ تمنّا
اے سیّدِ لولاکؐ مری آنکھ کو بھر دے

جیسے مہ و خورشید کا ہم سر نہیں آیا
ایسے ہی کوئی تیرے برابر نہیں آیا

تکمیلِ دو عالم پہ ہے وہ مہرِ نبوّت
اس واسطے پھر کوئی پیمبر نہیں آیا

مذہب کے لیے کون سا اسلوب تراشوں
جو لفظ مکمّل ہو، میسّر نہیں آیا

جس آنکھ نے دیکھا ہے ترے چہرے کا خورشید
اس آنکھ کو خوش پھر کوئی منظر نہیں آیا

اک نقطے پہ ٹھہری ہوئی تھی گردشِ دوراں
جب تک وہ سرِ عرش سے پھر کر نہیں آیا

دُنیا کا کوئی شاہ کوئی صاحبِ توقیر
اس شہر کی مٹّی کے برابر نہیں آیا

فرحت محمد خاں ہلال

سجا کر آئینہ در آئینہ تنویر وحدت کی
بلائیں لے رہا ہے خود کوئی اپنی ہی صورت کی
محبّت دیکھیے خیر البشر فخرِ رسالت کی
کہ رو رو کر انھوں نے خیر مانگی اپنی اُمّت کی
سمٹ کر آگئیں سب دوریاں قوسین کی حدیں
ادھر بھی شان وحدت کی ادھر بھی شان وحدت کی
سجا کر ذہن میں نورِ نبی پاک و برتر کو
خدائے پاک نے آرائشِ دُنیا کی نیت کی
وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن
سمجھ میں کیا ہلالؔ آئے جو ہے تنویر وحدت کی

فضلِ غوث ساقی

معراج کی شب بن ٹھن کے چلا وہ احمد پیارا خوب بنا
جبریل پکارا صلِّ علیٰ رحماں کا دُلارا خوب بنا
دو رویہ کھڑے تھے حور و ملک صف بستہ نظر بازانِ فلک
کہتے تھے یہ آپس میں خوش ہو دلدار خدا را خوب بنا
تھے جتنے نبی اور پیمبر آدم سے عیسیٰ تک لے کر
جس جس نے نظر کی اس کی طرف اس نے پکارا خوب بنا

تھے اس کے جلو میں روحِ امیں اور خیل ملائک پیش و پس
کس شان سے پہونچا عرش بریں وہ شاہ خدا را خوب بنا

قوسین سے وہ جب آگے بڑھا قفلِ درِ ادنیٰ کا کھلا
پردے کو اٹھا کر حق نے کہا محبوب ہمارا خوب بنا

موسیٰ سے بنا تھا وہ بندہ بندے سے بنا تھا وہ موسیٰ
اک بار بنا تھا وہ حامد، محمود دوبارا خوب بنا

واں سب کو ہوئی تھیں جو باتیں میں ان کو سنیں وہ سب باتیں
سالک نے زباں سے کچھ نہ کہا مجذوب پکارا خوب بنا

واں شورِ الست و بلٰی کا تھا یا دورِ الست مولا کا تھا
کثرت میں عیاں کی رمز نہاں وحدت کا اشارا خوب بنا

کیا تنگی اور شب کا ہو بیاں تھی حالت جزر و مد کی عیاں
تارے سے بنا خورشید و لے خورشید سے تارا خوب بنا

احمد کو احد سے جب کہ ملا توحید کے خلعت حسبِ ولا
شان اللہ کا بھید کھلا قدرت کا ستوارا خوب بنا

یہ ایک ہے بلبل اس گل کا مقصود ہے وہ جز و کل کا
گلزارِ دو عالم میں ساقی وہ رشک ہزارا خوب بنا

فرحت نواز

قدرت سے اس کے سوا اور کیا دُعا مانگوں
تری نگاہِ شفاعت آسرا مانگوں

ترے کرم کی نہیں انتہا کوئی لیکن
میں کتنی سادہ ہوں تجھ سے یہ انتہا مانگوں

تمام لفظ مری نعت کے عطا تیری
میں تجھ سے لفظ سبھی کر کے التجا مانگوں

تو وہ غنی ہے جو بن مانگے بخش دیتا ہے
تو کیوں نہ تجھ سے میں ہر چیز بے صدا مانگوں

یہ اس کا فیض عمل ہے، نہیں کمال مرا
کہ دشمنوں کا بھی فرحت سدا بھلا مانگوں

قتیلؔ دانا پوری

وضو کر کے میں لکھوں وصفِ سرکارِ پیمبرؐ کا
الٰہی بھیج دے چشمہ کوئی جنّت سے کوثر کا
صباحت ماہِ کنعاں کی ملاحت مہر بطحیٰ کی
یہ ظاہر کر دیا پلّہ گراں ہے سیم سے زر کا
تمنّا چشمِ تر کی، فرشِ راہِ شوق ہو شاہا
ہو خاکِ آستانِ عرش منزل، مدعا سر کا
دلِ صد پاش کا ہر خانہ، خلوت گاہِ اقدس ہو
اور آنکھوں کا اک اک پردہ، ہو پردہ بابِ اطہر کا
قتیلِ بے نوا کے سر پہ سایہ تا ابد یارب
علی رضؓ، عثمان رضؓ، عمر رضؓ، بوبکر رضؓ اور ان چاروں کے سرورؐ کا

قمر ہاشمی

ہمیں نے ایثار کے بکھیرے ہیں پھول عظمت کے راستوں پر
وفا کے معبد میں جن کی خوشبو سے
عود و عنبر مہک رہے ہیں

ہماری قربانیوں سے

چہروں کے جگمگائے کنول ہیں تازہ

ہمیں سے امن و اماں کی دل کشی ہے قائم

ہمیں رجز خوانِ حرب، ضرب سپہ گری ہیں

ہمیں نوا گر ہیں آشتی کے

میں شاعرِ موجِ نکہتِ گل

نقیبِ آوازِ جنبشِ سرو و دستِ سُنبل

ہلاکتوں کا پیام کیا دوں

دیارِ دانش کے راہ دانو!

ثباتِ اقلیم کلک و قرطاس کے نشانو!

قتیلِ جہدِ بقا ہوں کب سے

ازل سے ہی طبل جنگ کی گونج سُن رہا ہوں

یہ ابن آدم

جو دو قبیلوں میں منقسم ہے

ستم کش و ظلم کیش

ہابیل اور قابیل کا مقدّر

انھیں محاذوں پہ صف بہ صف
جنگ آزما ہے
ضمیرِ حق سے سیاہ باطل
جہاں لہو کی کشیدگی ہو گی
نجات خوں کے واسطے
زرگری لگائے گی خوں کے میلے
محمد مصطفٰےؐ جو ختم الرسلؐ
دستِ سنبل تھے
پیغمبر فلاحِ حیات بھی تھے
وہ آدمی کے نجات بھی تھے
ضمیرِ عدل و برأتِ کائنات بھی تھے
وہی تو فی الاصل خاتمِ جنگِ زری تھے
وہ آدمی کی برابری کے
صحیفہ بردار آخری تھے
وہ عہد حرص و ہوس میں
انسان کی برتری تھے

مصافِ جنگ و جدال دامن و اماں میں
تکمیل رہبری تھے
انھیں نہ آیا خیال
انسان کو دو گروہوں میں بانٹنے کا
کہ وہ مساوات کے تھے بیدا
یہ پستی و ارتفاع کے راستے ہیں
ہر شخص جانتا ہے
مگر بہ ایں علم و آگہی بھی
مفاہمت ایک ساتھ دونوں سے چاہتے ہیں
سحر کے برسوں سے منتظر ہیں
مگر اندھیروں سے اتنے مایوس ہو چکے ہیں
کہ ظلمتوں کے ہجوم پر بھی
گماں اُجالے کا ہو رہا ہے
یہ رات حاجب ہے وحشتوں کی
یہ شب ہے چاؤش مرگھٹوں کی
اسے لہو کا خراج کیوں دیں

قمرواری

فکرِ غم و آلام نہ راہِ زیست میں اب دشواری ہے
وردِ زباں ہے نام محمدؐ وجد کا عالم طاری ہے
رحمتِ عالم، نورِ مجسمؐ، ختمِ رسل، محبوبِ خدا
روئے منوّر، مصحفِ قرآں، جلوۂ ذاتِ باری ہے
جود و سخا اور لطف و عنایت شانِ عطا انعام و کرم
یعنی ازل سے فیض کا چشمہ آپ کے در سے جاری ہے
عشق میں یکتا، حسنِ مکمّل، مہرِ عرب، مہتابِ عجم
آپ کی ذاتِ اقدس پہ خود خالق اکبر واری ہے
وہ ہیں نظامِ صبح و مسا بھی وہی بنائے ارض و سماء
ان کے ہی دم سے بزمِ جہاں میں کیف کا عالم طاری ہے
دور بھی وہ نزدیک بھی وہ، مستور بھی وہ موجود بھی وہ
نور بھی ایسا نور کہ روشن جس سے یہ دُنیا ساری ہے
کیوں نہ بنالیں نقشِ قدم کو اُن کے قمر ہم راہ نما
بعدِ فنا فردوس بریں کی راہ میں گر دشواری ہے

عشقِ شاہِ دیںؐ سے جب وابستگی ہو جائے گی
قلب کے ظلمت کدے میں روشنی ہو جائے گی

ہم سفر کوچہ بہ کوچہ خلد بھی ہو جائے گی
جب مری منزل مدینے کی گلی ہو جائے گی

کہہ رہی ہے پیروئ مصطفٰےؐ صلِ علیٰ
زندگی ہر زاویے سے زندگی ہو جائے گی

ڈھال کر دیکھو رضائے مصطفٰےؐ میں زندگی
خود ہی قدموں سے جدا بے رہ روی ہو جائے گی

کاش مل جائے جبیں کو خاکِ پائے مصطفٰےؐ
میرے چہرے کو بھی حاصل چہرگی ہو جائے گی

دیر بس اتنی کہ حاصل ہو حضوری کا شرف
پھول کی صورت مرے دل کی کلی ہو جائے گی

کھل تو جائیں اے قمر یادِ نبیؐ کے مجھ پہ در
دیکھ لینا دل کی دنیا دوسری ہو جائے گی

اس اعتقاد پہ ہم اعتماد رکھتے ہیں
حضور اپنے غلاموں کو یاد رکھتے ہیں

یہ آرزو ہے کہ جا کر درِ نبیؐ پہ کھُلے
کہ میرے قلب و نظر کیا مراد رکھتے ہیں

عجیب غم ہے، غمِ مصطفےٰؐ کہ ہم جیسے
ہزار غم ہوں مگر دل کو شاد رکھتے ہیں

وہی ہیں واقفِ مفہومِ اتبّاعِ رسوؐل
خلافِ نفس جو عزمِ جہاد رکھتے ہیں

رواں ہیں اشک بہ حسنِ خیالِ شاہِ امَمؐ
یہ چشم و دل بھی عجب اتحاد رکھتے ہیں

درِ نبیؐ سے وہ رکھتے ہیں کیوں کرم کی اُمیّد
جو قول و فعل میں اپنے تضاد رکھتے ہیں

وہ زیرِ سایۂ دامانِ مصطفےٰؐ ہوں گے
قمرؔ جو پاسِ حقوق العباد رکھتے ہیں

قطب سرشار

انسانیت کا روپ ہے سیرت رسولؐ کی
عظمت ہے آدمی کی سیادت رسولؐ کی

انساں وہی ہے قلبِ خدا میں عظیم تر
دُہرائی ہو وہ جس نے روایت رسولؐ کی

ہے حسنِ زندگانی، سلیقہ حیات کا
دانش وروں کے واسطے سُنّت رسولؐ کی

ظلم و ستم کی، جہل کی ظلمت ہوئی تمام
چمکی جو آفتاب سی صورت رسولؐ کی

وہ دل تو خود ہی ایک مدینہ ہے واقعی
ہر لمحہ جس میں رہتی ہے اُلفت رسولؐ کی

پیغمبروں کو بھی ہے مقدّر پہ جن کے رشک
کس درجہ باوقار ہے اُمّت رسولؐ کی

رُخ پر جمال، جسم میں خوشبو، نظر میں نور
سرشارؔ میں نے دیکھی ہے صورت رسولؐ کی

قیصرؔ قلندر

اس کی خوش بو کا راز سینوں میں
اس کا پرتو ہے گل زمینوں میں

اس کی حرمت فلک نشینوں میں
بے مثل خلق کے قرینوں میں
وہ وسیلا خدا شناسی کا
حق تو یہ ہے کہ وہ ہے قبلہ نما
روح کی آگہی کا سرچشمہ
رحمتوں کا رواں دواں دریا
زندگی بخش ایک ایک نظر
حکمتِ لایزال کا پیکر
قول و اعمال عدل کے مظہر
حق و رحمت کا جاوداں محور
حرف زندہ ہے، غیر فانی ہے
روح روشن ہے لامکانی ہے
وہ بشارت ہے جاودانی ہے
دونوں عالم کی شادمانی ہے

کیف انصاری

کندہ ہوا ہے لوحِ بقا میں نبیؐ کا نام
دائم رہے گا ارض و سما میں نبیؐ کا نام

خوشبوئے لازوال ہوا کائنات میں
سمٹا ہوا گلابِ حرا میں نبیؐ کا نام
رعشہ بہ دست کذب کی تاریکیاں ہوئیں
اُبھرا صداقتوں کی ضیاء میں نبیؐ کا نام
بوبکرؓ اور عمرؓ کی شجاعت جلالِ رب
عثمانؓ اور علیؓ کی حیا میں نبیؐ کا نام
جب ہوگی صورت صور سے بخشش عدم وجود
رحمت بنے گا یومِ جزا میں نبیؐ کا نام
نازل ہوا ہے بند ہتھیلی میں معجزہ
گونجا ہے کنکروں کی صدا میں نبیؐ کا نام
یک لخت، شہرِ نور کو دو لخت کر گیا
انگلی کا لمس بن کے خلا میں نبیؐ کا نام
ڈر ہے کیف کھل نہ جائے کہیں شہرِ مراد کا
رکھا ہوا ہے دستِ دُعا میں نبیؐ کا نام

کرم حیدری

رہِ مدینہ میں دل جھوم جھوم اُٹھا میرا
کہ ذرّہ ذرّہ تھا صدیوں کا آشنا میرا

ہر ایک جھونکا ہوا کا تھا صد چمن بہ کنار
دماغ پھولوں کی خوشبو میں بس گیا میرا
نہ ہم سفر کی ضرورت رہی نہ رہبر کی
کہ جذبِ شوق و محبت تھا رہنما میرا
ہوا تھی سخت مخالف پہ ناخدا تھا قوی
سفینہ ساحل طیبہ پہ جا لگا میرا
فضا کہ حق نے عطا کی تھی وہ مسیحائی
رہا نہ باقی کوئی دردِ لا دوا میرا
زمانہ کوئی بھی آئے وہ ہے مرا یا بتہ
کہ سب زمانوں کا مالک ہے مصطفےٰ میرا
چلا طفیلِ نبیؐ تازہ حوصلے لے کر
لٹا ہے جب بھی کبھی کوئی قافلہ میرا
نئے زمانے کا خورشید چشمِ حیرت ہے
اُفق پہ اُبھرا ہے پھر کوکبِ انا میرا
تصوّرات میں کیا کیا کھلے ہیں پھول کرم
خیال جب بھی مدینے کو پھر گیا میرا

کوثر یزدانی

واللّیل والنّہار سراپا تمھیں تو ہو
راتوں کا اور دن کا اُجالا تمھیں تو ہو
تخلیقِ کائنات کا منشا تمھیں تو ہو
اللہ کی قسم وہ تمنّا تمھیں تو ہو

پروا نہیں کہ بحرِ حوادث ہے موجزن
ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا تمھیں تو ہو

آدمؑ کی التجا ہو تمنّا ہو نوحؑ کی
اور حضرتِ خلیلؑ کا منشا تمھیں تو ہو

رکھا جسے خدا نے ہزاروں برس نہاں
وہ راز وہ جمال وہ پردا تمھیں تو ہو

جو کھینچ سکا نہ دل میں سمایا نہ آنکھ میں
اس حُسنِ لازوال کا نقشا تمھیں تو ہو

کوثر کو ہے یقین کہ دونوں جہان میں
کعبہ تمھیں ہو اور مدینہ تمھیں تو ہو

لیاقت حسین لائق

انھیں کیجے قبول آقا یہ موتی ہیں عقیدت کے
چھپا کر لایا ہوں آنکھوں میں کچھ آنسو محبّت کے

خدا چاہے تو ہم بھی جائیں گے آقا کے روضہ پر
کبھی تو آئیں گے چھینٹے ادھر بھی ابرِ رحمت کے

مناظر روضۂ اقدس کے ہیں سب جذب آنکھوں میں
اگرچہ دور ہوں لیکن مزے آتے ہیں قربت کے

اگر آقا مجھے تھوڑی جگہ دیں اپنے قدموں میں
مری تقدیر جاگ اُٹھے مزے آ جائیں جنّت کے

کیے ہیں نصب دُنیا میں عَلَم محبوبِ داور نے
سخاوت کے شجاعت کے صداقت کے عنایت کے

مدد اے کعبۂ ایماں مدد اے سرورِ عالم
ہوئے ہیں دشمنانِ دین درپئے دین و ملّت کے

ہوائے تند کے جھونکوں سے کیا ڈر ہو انھیں لائق
شجر یوں ہی ترو تازہ رہیں گے باغِ اُمّت کے

مظفر وارثی

کُلِ عالم، جس کی کُٹیا جس کی یہ چھائیں سویرا

وہ ہے رسول میرا

دیکھ نہ پائے اتنے پس منظر میں نگاہِ صغریٰ
آدم کی تخلیق ہے جس کے نام کا پہلا طُغرہ
ازل میں جس کی بنیادیں ہیں ابد میں جس کا ڈیرا

وہ ہے رسول میرا

جس کی کملی کے سائے میں آنکھ سحر نے کھولی
جس کے لہجے میں ہم تک پہنچی قدرت کی بولی
جس کے چاروں سمت خُدا نے اپنا نور بکھیرا

وہ ہے رسول میرا

جس کی سچّائی نے باطل کے شہ زور پچھاڑے
جس نے تیز ہواؤں کے سینے پر خیمے گاڑے
جس کے دریا کی لہروں نے کہساروں کو گھیرا

وہ ہے رسول میرا

آپ چٹائی پر سویا، بانٹی خیرات میں شاہی
چھو کر جس کے پاؤں کو قائد کہلائی گم راہی
جس کی چوکھٹ پر انساں کی عظمت کرے بسیرا

وہ ہے رسول میرا

چاٹا جس کے تلوؤں کو جبریل کے رخساروں نے
آنکھیں بچھائیں جس کے استقبال کو سیاروں نے
پل دو پل میں لگا کے آیا جو سدرہ کا پھیرا

وہ ہے رسول میرا

لاکھوں سلام اس پر بھیجوں لاکھوں درود بھیجوں
روح کو اکثر اس کے روضے پر لیے در جوڑ بھیجوں
جس کی رحمت کا احسان منظفر پر بہتیرا

وہ ہے رسول میرا

جو روشنی حق سے پھوٹ کر جسم بن گئی ہے وہی نبی ہے
تمام تخلیق کا جو کردار مرکزی ہے وہی نبی ہے

وجودِ آدم سے تا بہ عیسیٰ ہر اک زمانہ ہے مبتدی سا
صدی صدی جس کے عہد سے درس لے رہی ہے وہی نبی ہے

خدا کی رحمت ہے نام اس کا فلاح آساں پیام اس کا
ڈھلی ہوئی اس پیام میں جس کی زندگی ہے وہی نبی ہے

بشر ہے وہ یا کلامِ باری میں اس کی ہر اک ادا کا راوی
تمام قرآں کی جو تصویرِ معنوی ہے وہی نبی ہے

بسائے دنیائے اندرونی، بنے مسیحا، نگاہِ خوانی
درستیٔ نقشۂ خیالات جس نے کی ہے وہی نبی ہے

جو اس گلی کے ایاز ٹھہرے وہ لوگ تاریخ ساز ٹھہرے
کمالِ سالاریٔ جہاں جس کی پیروی ہے وہی نبی ہے

قدم نشانِ قدم سے بالا وجود اس کا عدم سے بالا
جو اوّلِ کائنات ہو کر بھی آخری ہے وہی نبی ہے

نہ صرف وہ اس جہاں سے گزرا وہ آسماں آسماں سے گزرا
نگاہِ سائنس داں بھی جس پہ لگی ہوئی ہے وہی نبی ہے

جو کوئی امرت بھی دے نہ چکھنا، لگن منظرؔ اسی کی رکھنا
سنوار دی جس نے تیری دنیا و دیں وہی ہے وہی نبی ہے

عجب سرودہ صدا اس کا دھیان دیتا ہے
بلال کعبہ میں گویا اذان دیتا ہے

جلائے دھوپ مجھے جب مرے گناہوں کی
درود ابر کی چادر سی تان دیتا ہے
مری طلب ہے اسی کے کرم سے وابستہ
جو ایک وقت میں دونوں جہان دیتا ہے
زہے نصیب میسر ہے اس کا پیار مجھے
جو دشمنوں کو بھی اپنے امان دیتا ہے
نشانِ پا بھی ہیں اس کے عروج کا زینہ
زمیں نشیں کو وہ آسمان دیتا ہے
کرے شکار جو دل کو بغیر تیروں کے
اسی کے ہاتھ میں اپنی کمان دیتا ہے
جو اپنے پیٹ سے فاقوں میں باندھ کر پتھر
ضعیف کو بھی ارادے جوان دیتا ہے
کروں جو یاد اسے سب کثافتیں مٹ جائیں
خیال اس کا عقیدے کو چھان دیتا ہے
مرے کلام کو شہرت بھی دے رہا ہے وہی
جو پتھروں کو مُنطّقر زبان دیتا ہے

مرتبہ مجھ کو فنا فی العشق کا درکار ہے
اپنے آئینے میں عکسِ مصطفیٰ درکار ہے
لوٹ جا عہدِ نبی کی سمت رفتارِ جہاں
پھر مری پس ماندگی کو ارتقاء درکار ہے
میں نے اپنی جستجو میں کتنی صدیاں کاٹ دیں
میرے مولا مجھ کو اپنا ہی پتا درکار ہے
لے بھی لے اب اپنی رحمت کی پناہوں میں اسے
اُمتِ بیمار کو دارالشفاء درکار ہے
زینۂ خوش نوردئ حق ہیں ترے نقشِ قدم
پہلے وہ تیرا بنے جس کو خدا درکار ہے
مبتلائے حبسِ دوری ہے مظفر وارثی
شاہِ بطحیٰ اس کو بطحا کی ہوا درکار ہے

ماہر القادری

رسولِ مجتبےٰ کہیے، محمد مصطفےٰ کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں، پھر اس کے بعد کیا کہیے

شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیا کہیے
محبت کا تقاضہ ہے کہ محبوبِ خدا کہیے

جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش ہو جائے
جب ان کا نام آئے مرحبا صلِّ علیٰ کہیے

مرے سرکار کے نقشِ قدم شمعِ ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستا کہیے

محمدؐ کی نبوّت دائرہ ہے نورِ وحدت کا
اسی کو ابتدا کہیے، اسی کو انتہا کہیے

غبارِ راہِ طیبہ سرمۂ چشمِ بصیرت ہے
یہی وہ خاک ہے جس خاک کو خاکِ شفا کہیے

مفتی صاحب حسن شیوا

آپ کے عشق نے جس کو اپنا لیا آپ کی آرزو میں جو کام آگیا
اس کو اک مستقل زندگی مل گئی، اس کو لطفِ بقائے دوام آگیا

خلوتِ عرش سے فرش پر آج وہ انبیا و رسل کا امام آگیا
جس کے قبضے میں کل کائنات آگئی، جس کے زیرِ نگیں ہر نظام آگیا

اللہ اللہ شوقِ حضوری مرا ہوگیا طے تصور میں سب فاصلہ
مرحلہ طے ہوئے جیسے جھپکے پلک، جب کھلی آنکھ بیت الحرام آگیا

ہاں سنبھل جوشِ شوقِ زیارت سنبھل، شرطِ پاسِ ادب ہے نہ لے دل مچل
سبز گنبد کے جلوؤں نے مژدہ دیا، دیکھ نزدیک دار السلام آگیا

یوں بھی ہوتا ہے طیبہ کے ارمان میں، ذوق و کیف تمنا کے طوفان میں
جیسے اذنِ حضوری مجھے مل گیا، جیسے میری طلب کا پیام آگیا

فرض تصدیق و تعمیل فرمان اب، آرزو کا تقاضا و فورِ ادب
جب کسی نے ترا نام نامی لیا، میرے لب پر درود و سلام آگیا

ان کے جلوؤں سے کونین معمور ہے، فرش سے عرش تک عالمِ نور ہے
خاتم الانبیا جلوہ فرما ہوئے یا ستاروں میں ماہِ تمام آگیا

اللہ اللہ معراج کا وہ سماں، اٹھ گئے جو حجابات تھے درمیاں
اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ کہا آپ نے اس طرف سے جوابا سلام آگیا

وہ کہاں اور توصیف خیر البشر، وہ کہاں اور نعتِ شہِ مرسلیں
یہ سعادت بھی اپنی جگہ کم نہیں، مدح خوانوں میں شیوا کا نام آگیا

مرتضیٰ برلاس

نہ غرور ہے کسی کام پر، نہ سجود پر نہ قیام پر
مگر اے محمد مصطفےٰ مجھے ناز آپ کے نام پر

نہ جمالِ لفظی و معنوی، نہ کمال منطق و فلسفہ
مگر ایک مُہر خلوصِ دل کہ ہے ثبت میرے کلام پر

جو ہجوم یاس میں دفعتاً کبھی لَو لگائی حضور سے
تو چراغ آس کے جل گئے مرے ہر طرف در و بام پر

میں تبان دہر سے کیوں ڈروں انھیں ریزہ ریزہ نہ کیوں کروں
مجھے لاج آپ کے حکم کی، مجھے فخر آپ کے کام پر

مرے مولا مجھ پہ نظر وہی جو قریش مکہ پہ تھی کبھی
کہ جو پست تھے جو فقیر تھے وہی پہونچے اعلیٰ مقام پر

محمد فیروز شاہ

شفیق آقا

سبھی زمانوں پہ تیری رحمت کے ابر پارے

تمام رستوں پہ تیرے لفظوں کے دیپ روشن

ہر ایک لمحے میں تیرے لہجے کا لوچ نکھرے

تجھی سے نسبت بشارتوں کا جو اُتر بھڑی

تری شبوں کا گداز نورِ سحر کا ضامن

تری دعائیں ـــــ

اداس لمحوں میں زرد بچّوں کو گود لیتی شفیق مائیں

محمد امین

جو اعتبار ہے قائم وہ تیری ذات کا ہے
یہ کائنات کرشمہ تخیلات کا ہے

ادب کا تذکرہ اب   کا ہے
رسولِ اہل زمیں، نورِ شش جہات کا ہے

ثنائے خواجہ ہی سے حوصلہ حیات کا ہے
نبی کی نعت وسیلہ مری نجات کا ہے

خلاصہ ہے شبِ معراج کی حقیقت کا
کہ آدمی کا سفر فتحِ ممکنات کا ہے

یہ مہر و ماہ ستارے، یہ آسمانِ بسیط
اشارہ شقِّ قمر سے تصرّفات کا ہے

مرے لیے تو ترا نام اسمِ اعظم ہے
ترا ظہور ہی مقصود کائنات کا ہے

تری صفات لکھوں کیا صفات تجھ سے ہیں
یہ نعت حصہ محبّت کی واردات کا ہے

ترا غلام بھی ہوں تیرا نام لیوا بھی
یہ انتظار تری چشمِ التفات کا ہے

میں تیری نعت ترے حوصلے کے نام لکھوں
میں ترے ضبط و تحمل کو پھر سلام لکھوں

یہ کائنات، یہ تارے، یہ چاند، یہ سورج
ترے ظہور کے عالم کو اہتمام لکھوں

یہ آسماں ترے نقشِ قدم کا نام ہوا
یہ کہکشاں شبِ اسریٰ کا التزام لکھوں

ہر ایک شے کے لیے ذائقہ فنا کا ہے
خدا کے ساتھ ترے نام کو دوام لکھوں

تجھے وسیلہ بناؤں، خدا کو پہچانوں
ترے کلام کو یزداں سے ہم کلام لکھوں

ترے نصیب میں معراجِ آدمیت ہے
تجھی پہ عہدِ نبوت کا اختتام لکھوں

میں کیا لکھوں کہ میرے سارے حرف بے معنی
میں مبتدی ہوں تجھے اپنا میں امام لکھوں

محسن رضا رضوی

ہاں دل کو اگر تیری محبت نہ ملے گی
مل جائے گا سب کچھ یہ حقیقت نہ ملے گی

ممکن ہے کہ محشر میں بھی ہم حشر اٹھا دیں
گر ہم کو تری دید کی مہلت نہ ملے گی

ہم عشق کی گرمی کا مزہ پائے ہوئے ہیں
کیا ہو گا اگر خنکیٔ جنّت نہ ملے گی

ممکن ہے کہ بن تیرے ملے سلطنت و تاج
بن تیرے مگر حق کی مشیّت نہ ملے گی

اعلاقِ الٰہی سندِ ختم نبوّت
ایسی تو کہیں شانِ رسالت نہ ملے گی

اے رہبرِ دیں جلوہ گہہ نورِ الٰہی
تو ہے تو کہیں راہ میں ظلمت نہ ملے گی

جو تیری محبّت میں ہے رضوی کو میسّر
کونین میں ایسی کوئی دولت نہ ملے گی

مظفر ایرج

یہ ان دنوں کی بات ہے
میرے اور تمہارے درمیان
کوئی فصیل مادّ تو نہ تھی

کوئی خلا نہ تھا
کوئی دوئی نہ تھی
اس آفتاب کے سفر کی ابتدا ہوئی نہ تھی

ہر ابتدا، ہر انتہا ابد کے میٹھے پانیوں میں قید تھی
یہ ان دنوں کی بات ہے
کہ میرا نام لوحِ خاک پر رقم ہوا نہ تھا
میرا وجود
میری ذات کے غبار میں دھواں نہ تھا
تم نے "کن" کہا نہ تھا
تم نے "لا" سُنا نہ تھا
کہ داستانِ حرفِ بے جہت اداسیوں میں ضم نہ تھی
لفظ لفظ حادثہ ہوا نہ تھا

وہ حادثہ
کہ میری پسلیوں میں میرے احتساب کے لیے عمیق غار کھُل گیا
زماں مکاں کی وسعتوں میں کوئی بُعد بھی نہیں
تو کوئی قرب بھی نہ تھا

لامکاں کا فاصلہ ہزاروں لاکھوں دائروں کے درمیان محیط تھا
یہ ان دنوں کی بات ہے
کہ ایک ٹیڑھی بے جڑوں کی شاخ برگِ گل کی تہ زمیں کے آر پار تھی
جس کا پھل
تمھارے اور میرے درمیاں ابھی حصار بن سکا نہ تھا
مجھے بھی میٹھے پانیوں کا خبط تھا
تمھیں تو میرے خبط کی خبر نہ تھی
تمھیں مری تلاش تھی
میں سیاہ بھورے برتنوں میں پابُریدہ
اپنے آدھے دھڑ کی کھوج میں بھٹک رہا تھا بے لگام
مجھ کو اپنی بے پتہ اُداسیوں کا غم نہ تھا
دکہ برگ گل کے آر پار بے جڑوں کی ٹیڑھی شاخ سے
پٹخ کے ٹوٹنے کی مہر ثبت تھی)

ایک نقطہ، کئی دائرے

دائرہ
دائروں سے گزرتا ہوا
آتشیں لمس کے
جامد و مرتعش رکن کی بے صدا آہٹیں
بے صدا التجاؤں کا رقص آفریں سلسلہ
دقت، مدھم سروں پہ پھسلتا ہوا، ایک خط
ایک! سیدھا سا خط
دائرے کو، فقط دو ہی جگہوں پہ تخفیف کرتا ہوا
دوسرے دائرے سے گزرتا نہیں
میں بھٹک رہا تھا، ظلمتوں کے درمیاں
میری پسلیوں کا زخم جاں گداز تھا
کہ رس رہا تھا میری انگلیوں سے قطرہ قطرہ، بوند بوند

میٹھے پانیوں میں گھُل رہا تھا
جیسے، شبنمی جلن
سلگتی نم فضائے "کُن" میں آبنائے "لا" پہ مُرتسم
زباں کی لذّتوں سے ماورا
قریب در قریب
صف بہ صف
حکایتوں کے درمیاں تمام تر
حجاب در حجاب آفتاب کی تمازتوں کے انتظار میں جواں
کُرۂ ارض بھی دائرہ
اور میں اک خطِ مستقیم
مجھ سے بھی، دو ہی نقطوں پہ ہے منقسم
کُرۂ ارض ٹھٹھرا ہوا
ایک وہ لمحہ جب تم نے "کُن" کہہ دیا

ایک وہ جب کہ "لا" مجھ میں مدغم ہوا
اور افلاک کی سرحدیں کھُل گئیں
بحر و بر سر بہ سجدہ ہوئے
امانت ہواؤں سے تحریر برگ و شجر
شاخ و گل پہ مقدس صحیفوں کے اوراق تقدیس کی کرچیاں
اندھے لمحوں کی تاریک پگڈنڈیوں پہ چمکتی ہوئی آبنوسی اُجالوں کی پرچھائیاں
سمت — بے دائرہ — منحنی — بے صدا
پھیلتی ٹیڑھی میڑھی لکیروں پہ رقصاں
فصیلِ ذات، قریہ قریہ پھیلتی گئی
نہ روشنی کی ابتدا
نہ تیرگی کی انتہا
بدن تمام، نور، جلوتوں پہ حکمراں، خلوتوں کا رازداں
صدائے بازگشت

دھیمی دھیمی آنچ

حرفِ بے نشاں حدوں سے منسلک، حمید لفظ بے اماں روایتوں کی قید میں

حصارِ بے اساس میں

ندائے کُل میں لامکاں

کہ چیختی فصیل زرد آندھیوں کی زد میں تھی

یہ ان دنوں کی بات ہے

اُفق، زمین، آسمان، فرش، عرش، بحر و بر

فضا میں پھولتی شفق کی سرخیوں سے پھوٹتی حیات کی سفیدیاں

ازل کے، میٹھے پانیوں میں گھل گئیں

کہ شش جہت سے غلغلہ اُٹھا

تو میں نے بھی زبان و دل سے کہہ دیا

وہی، جو تم نے

"کن" سے پہلے "لا" میں کہہ دیا تھا

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

محمد اظہار الحق

اُحد میں بہتے لہو سے طائف کے پتھروں سے
عجب عمارت اُٹھائی رحمت کی انگلیوں سے

ورَم کٹے پیروں پہ، پیر جو عرش مرتبت تھے
تمام صبحوں میں روشنی تیری رت جگوں سے

ازل ابد کی حدوں سے آگے سُنائی دے گی
مرے پروں کی صدا ترے سبز گنبدوں سے

بس اک ستارا ترے فلک کا مری جبیں پر
بس اک اشارا تری شفاعت کی برجیوں سے

بس اک جھلک روئے پاک کی، ہچکیوں سے پہلے
اگر سفر خواب کا ہو، طے ہم مسافروں سے

مشکور نقوی، امروہوی

عاصی ہم ہیں، غافر تم ہو، کیا کیا ہم ہیں، کیا کیا تم
سائل ہم ہیں، منگتا ہم ہیں، مُعطی تم ہو، داتا تم
حدِّ خرد سے آگے تم ہو، وہم و گماں سے بالا تم
غائب تم ہو، حاضر تم ہو، پنہاں تم ہو، پیدا تم
ہم تو بس اتنا سمجھے ہیں، بعدِ خدا ہو یکتا تم
حاکم تم ہو، آخر تم ہو، داور تم ہو، دارا تم

وحدت کا پرتو ہے جس میں، کثرت کا وہ جلوا تم
قرآں تم ہو، سورہ تم ہو، آیت تم ہو، نقطا تم

اجہل ہم ہیں، افقر ہم ہیں، طالب ہم ہیں، مقصر ہم
اجمل تم ہو، اکمل تم ہو، ارفع تم ہو، اعلیٰ تم

قاصر ہم ہیں، عاجز ہم ہیں، عاری ہم ہیں، عاصی ہم
ناصر تم ہو، عاطف تم ہو، والی تم ہو، دانا تم

کم تر ہم ہیں، ادنیٰ ہم ہیں، عاصم ہم ہیں، احقر ہم
عالی تم ہو، اعلیٰ تم ہو، والی تم ہو، والا تم

بے کس ہم ہیں، مفلس ہم ہیں، جو یا ہم ہیں، راہی ہم
ملجا تم ہو، ماوا تم ہو، منزل تم ہو، جادا تم

اہل خرد کا قول نہیں یہ، خالق خود فرماتا ہے
باقی تم ہو، دائم تم ہو، قائم تم ہو، زندا تم

سورج لوٹ کے آسکتا ہے لب کو جنبش ہونے تک
چاند بھی شق ہو سکتا ہے، جو کردو ایک اشارا تم

کیوں مشکور زمانے بھر سے حالِ دل بے تاب کہے
وارث تم ہو، مالک تم ہو، صاحب تم ہو، داتا تم

معصوم شرقی

یا محمدؐ کیا بیاں ہو مجھ سے عظمت آپ کی
خالقِ کونین کرتا ہے مدحت آپ کی

رشک سے دیکھا زمیں کو ساکنانِ عرش نے
آمنہ کے گھر ہوئی جس دم ولادت آپؐ کی

عرش پہ پہنے ہوئے نعلین پہنچے مصطفےٰؐ
مرحبا صلِ علیٰ یہ شان و شوکت آپ کی

کیجیے چشمِ کرم اے دو جہاں کے بادشاہ
رنج و غم میں مبتلا ہے کب سے اُمت آپ کی

دیکھیے پھر ہو رہا ہے وقت کا برہم نظام
یا محمدؐ مصطفےٰ پھر ہے ضرورت آپ کی

چیر کر موجوں کا سینہ جا کے ساحل سے لگے
جس سفینے پر بھی ہو جائے عنایت آپ کی

لاکھ ہو دشمن زمانہ لاکھ ہو محشر بپا
دِل سے جا سکتی نہیں آقا محبت آپ کی

جدھر اے حبیبِ خدا کملی والے ہوئے ہیں تمھاری نظر کے اشارے
ادھر ہو گئی بارشِ عیش و عشرت لگے مسکرانے مصیبت کے مارے

کروں کیا زباں سے بیانِ محمدؐ نہیں جس کی حد وہ ہے شانِ محمدؐ
ہے مدّاح خود ان کا خلّاقِ عالم پتہ دے رہے ہیں یہ قرآں کے پارے

جو پہنچے سرِ عرش محبوبِ داور، یہ آواز آئی کہ اے میرے دل بر
چلے آؤ تم سے نہیں کوئی پردہ کہ اب ہم تمھارے ہیں تم ہو ہمارے

تمھیں حق نے بخشا ہے تاجِ شفاعت ہو بیشک تمھیں آفتابِ نبوت
تصدق ہے تم پر یہ ساری خدائی وہ ارض و سما ہو کے چاند اور تارے

کریں ناز تم پر نہ کیوں اہلِ ایماں تمھیں سے ہے رشکِ جناں بزمِ انساں
صفِ انبیا میں خدا کی قسم تم نرالے ہو اے آمنہ کے دُلارے

نہ تختِ سلیماںؑ کی خواہش ہے مجھ کو نہ حورانِ جنّت کی حسرت ہے مجھ کو
ہے معصوم کی التجا یہ شہِ دیں مدینے کے اک دن دکھا دیں نظارے

مظفر حنفی

غنچے غنچے کھِلا محمدؐ
خوشبو سا پھیلتا محمدؐ

سینے سینے مہک رہا ہے
چاند کرن موتیا محمدؐ

کیسی اِٹھلاتی پھرتی ہے
تِتلی پر لکھ دیا محمدؐ

ریشہ ریشہ دھوپ کے نیزے
سر پر کالی گھٹا محمدؐ

یومِ ازل سے روزِ ابد تک
رحمت کا سلسلہ محمدؐ

سرتاپا عصیاں پیکر ہوں
مجھ کو بھی دیکھنا محمدؐ

ہر مشکل میں، ہر آفت میں
پڑھیے صلِّ علیٰ محمدؐ

ناصر کاظمی

شجر حجر تمھیں جُھک کر سلام کرتے ہیں
یہ بے زبان تمھیں سے کلام کرتے ہیں

زمیں کو عرشِ معلّیٰ ہے تیرا گنبد سبز
تری گلی میں فرشتے قیام کرتے ہیں

مسافروں کو ترا در ہے منزلِ آخر
یہیں سب اپنی مسافت تمام کرتے ہیں

جنھیں جہاں میں کہیں بھی اماں نہیں ملتی
وہ قافلے یہاں آ کر قیام کرتے ہیں

نظر میں پھرتے ہیں تیرے دیار کے منظر
اسی نواح میں ہم صبح و شام کرتے ہیں

سکونِ دل کی انھیں سے امید ہے ناصر
جو اپنا فیض غریبوں پہ عام کرتے ہیں

نسیم گنوّری

اے کاروانِ زیست ذرا تیز گام ہو
دن ڈھل چکا ہے کاش مدینہ میں شام ہو

جن عاصیوں کو ڈھونڈ رہا ہے ترا اکرم
اُن عاصیوں میں کاش ہمارا بھی نام ہو

دل کو بنائے بیٹھا ہوں ایوبؓ کا مکاں
سرکار اس میں بھی تو کسی دن قیام ہو

مِل جائیں گی سکون کی راہیں جہان کو
نافذ اگر جہاں میں نبیؐ کا نظام ہو

جو لگ گیا ہو آپ کے نعلین پاک سے
وہ ذرّہ حقیر بھی ماہ تمام ہو

مجبور غم پڑے ہیں مدینے سے دور ہم
مقبول بارگاہ ہمارا سلام ہو

دونوں جہاں میں ہے وہی سرخرو نسیم
جس کی نظر میں فرقِ حلال و حرام ہو

نیاز اللہ خاں ظریف

جنّت سے فرشتے لاتے ہیں سرکار میں ڈالی پھولوں کی
فردوس سے حوریں لاتی ہیں دربار میں تھالی پھولوں کی

ہے غنچۂ وحدت روئے نبی اور سنبل جنّت موئے نبی
اللہ یہ ہے خوش بوئے نبی یا روح نکالی پھولوں کی

رخسار کی سرخی صلِّ علیٰ رنگینیٔ لب سبحان اللہ
اے رشکِ چمن ماشاءاللہ قرآن ہے لالی پھولوں کی

گلزار نبی، زہرہ ہیں کلی، حسنین ہیں گل، غنچہ ہیں علیؓ
ہے گلشن وحدت جسم نبی یا شاخ ہے عالی پھولوں کی

اے ماہِ عجم اے مہرِ عرب طیبہ میں مجھے کر لیجے طلب
روضہ پہ چڑھاؤں با صدِ ادب یہ ڈالی تر و تازہ پھولوں کی

یہ نعتِ نبی کا صدقہ ہے ہر نقطہ بہ رنگِ گلشن ہے
ہر حرف مہک کا مسکن ہے ہر لفظ ہے ڈالی پھولوں کی

ہر رنج سے یہ آزاد رہے مدّاحِ نبی ہے شاد رہے
اللہ ظریف آباد رہے لایا ہے جو ڈالی پھولوں کی

نعیم صدیقی

ہوا ہے دل کا تقاضا کہ ایک نعت کہوں
میں اپنے زخم کے گلشن سے تازہ پھول چنوں
پھر ان پہ شبنمِ اشک سحر گہی چھڑکوں
پھر ان سے شعروں کی لڑیاں پرو کے نذر کروں
میں ایک نعت کہوں سوچتا ہوں کیسے کہوں

میں تیرہ صدیوں کی دوری پہ ہوں کھڑا حیراں
یہ ایک ٹوٹا ہوا دل یہ دیدۂ گریاں
یہ منفعل سے ارادے یہ مضمحل ایماں
یہ اپنی نسبتِ عالی یہ قسمتِ واژوں
میں ایک نعت کہوں سوچتا ہوں کیسے کہوں

یہ تیرے عشق کے دعوے یہ جذبۂ بیمار
یہ اپنی گرمیٔ گفتار، دستیٔ کردار
رواں زبانوں پہ اشعار کھو گئی تلوار
حسین لفظوں کا انبار، اُڑ گیا مضموں
میں ایک نعت کہوں سوچتا ہوں کیسے کہوں

پہن کر تاج بھی غیروں کے ہم غلام رہے
فلک پہ اُڑ کے بھی شاہیں اسیر دام رہے
بنے تھے ساقی مگر شکستہ جام رہے
نہ کارساز خرد ہے نہ حشر خیز جنوں
میں ایک نعت کہوں سوچتا ہوں کیسے کہوں

یہاں سے مجھے رفعت خیال ملے
کہاں سے شعر کو اخلاص کا جمال ملے
کہاں سے قال کو گم گشتہ رنگ حال ملے
حضورؐ! ایک ہی مصرعہ یہ ہو سکا موزوں
میں ایک نعت کہوں سوچتا ہوں کیسے کہوں

نصیر قریشی

دہر کی رونق، وقت کی عظمت، بزم کی زینت میرے رسولؐ
ظلمت ظلمت سورج بن کر نور کی دولت میرے رسولؐ
چہرہ مصحف، پیکر معبد، لہجہ شیریں، باتیں پھول
چاند بھی جس سے شرما جائے، ایسی صورت میرے رسولؐ

جھیل سی گہری کالی آنکھیں، روشن روشن اُن کی جبیں
موسم موسم خوش بو پھیلے، رنگت، نکہت میرے رسولؐ

جسمِ اطہر، نوری پیکر، نور کی چادر، نور سحر
روزِ ازل سے روزِ ابد تک نورِ صداقت میرے رسولؐ

صحرا، گلشن، دریا، پربت، گونج رہی ہے وہ آواز
چشمِ بصیرت، منزل منزل، راہِ ہدایت میرے رسولؐ

روح کا گھر روشن رکھنے کو روزے، نمازوں کی سوغات
باعثِ راحت، نغمۂ اُلفت، درسِ اخوت میرے رسولؐ

انساں کو معراجِ ہستی، ایماں کی دولت بخشی
فرش سے عرش تلک جاتی ہے، خاک کی رفعت میرے رسولؐ

دل کے سکوں کی کھوج میں بھٹکے، حیراں، پریشاں سی مخلوق
شہرِ مدینہ راحت بانٹے، ابرِ رحمت میرے رسولؐ

حرف نے لفظ کی صورت پائی، لوح و قلم کی بن آئی
سادہ ورق پر موتی چمکے، شعر کی عظمت میرے رسولؐ

گمنامی کا زنگ مٹے گا، ملکوں ملکوں ہوگی دھوم
نصرؔ لکھے جاؤں میں نعتیں، میری شہرت میرے رسولؐ

تم حق کی تنویر نبیؐ جی، تم سے ہے جیون روشن
پربت، صحرا، بستی، قریہ، تم سے گھر آنگن روشن
مکتب علم ہے ذات تمھاری، لفظوں کا تن من روشن
کورا کاغذ، قلم، سیاہی، تم سے فکر و فن روشن

نورِ ازل اور نورِ ابد تم، اندھیاروں کا بن روشن

چادر اوڑھو چادر چمکے، جگمگ نوری بدن روشن

حق آواز تمھاری بانی، تم سے بَن، اپون روشن

کالی کملی ابرِ کرم ہے، شعلوں میں چندن روشن

صبح کا سورج، رات کا چندا، دھرتی، نیل گگن روشن

پھول میں خوشبو، رنگ میں جادو، تم سے سارا چمن روشن

قصر و مکاں، صحرا میں اذانیں، روح میں شمعِ سخن روشن

تم سے پھیلا جگ میں اُجالا، غنچۂ دل کا دہن روشن

غارِ حرا سے چاند جو اُبھرا، اس کی کرن کرن روشن

نوری چہرا جب سے دیکھا، ہوا ہے جگ درپن روشن

اپنی تلاش کی راہ میں تم سے سچائی کا چلن روشن

حق کا خطبہ سخن تمھارا، جس سے فکرِ زمن روشن

دل کے ورق پر اسمِ اعظم سے ہے بابِ سخن روشن

روح کا گھر، احساس کی چوکھٹ، یادوں کی چلمن روشن

نصر یہ صنف نعت ہے دیکھو، ہے ادب سے فن روشن

منزلِ ہوش و خرد میں رکھتا، اپنی ہر دھڑکن روشن

ندیم نیازی

اُن کے ہی در کا گدا زیست کی قسمت مانگوں
اُن سے ہی حرفِ وفا لطف کی صورت مانگوں

عاجزی میرا مقدّر کہ کرم ہے اُن کا
ساکنِ فرش ہوں میں عرش سے نسبت مانگوں

عشق کے نام پہ مرجاتے ہیں مرنے والے
میں تو اک چشمِ کرم یعنی محبّت مانگوں

اُن کی صورت مری آنکھوں کی بصیرت ٹھہری
اب نہ میں پل کا طلب گار نہ مدّت مانگوں

وہ میرے قلب میں آجائیں بسیرا کرلیں
آرزو اتنی سی ہے اتنی سی چاہت مانگوں

اب غمِ زیست ہے مجھ کو نہ غمِ وصل و فراق
میں تو ہر لمحہ بس اشکوں کی طراوت مانگوں

رُوح ان کی ہے تو یہ جسم بھی ان کا ہے ندیم
اپنے داتا سے بھلا کون سی قیمت مانگوں

نسیم سامانی

جو سکون دے جو قرار دے، وہ فضائے شہرِ رسول ہے
جو نوید فصلِ بہار دے، وہ فضائے شہرِ رسول ہے
جو شبِ حیات کی تیرگی کو ردائیں نور کی دے گیا
ملی جس سے دہر کو روشنی وہ ضیائے شہرِ رسول ہے
کبھی شرم سار ہے قیصری تو کبھی خجل ہے سکندری
جو بھرے زمانے کی جھولیاں وہ گدائے شہرِ رسول ہے
جہاں ہر قدم پہ ہے کہکشاں جہاں ذرّہ ذرّہ ہے آسماں
جہاں ناز بھی ہے نیاز بھی وہ ادائے شہرِ رسول ہے
جہاں ماندِ شمس و قمر ہوئے جہاں ختم زمانے کے سر ہوئے
جہاں سیلِ نکہت و نور ہے وہ فضائے شہرِ رسول ہے
یہ چمن یہ موجِ نسیم گل مہ و مہر انجم و کہکشاں
بہ خدا بنائے جہانِ کل ہی وہ برائے شہرِ رسول ہے

نیّرؔ قریشی گنگوہی

عظمت یہ چار سو ہے محمدؐ کے شہر میں
فردوس ہو بہو ہے محمدؐ کے شہر میں

اللہ رے مزاج بدلتا نہیں مگر
دیوانہ باوضو ہے محمدؐ کے شہر میں

ہستی لٹا کے دیکھ لے ہستی کا مرتبہ
آئینہ روبرو ہے محمدؐ کے شہر میں

تیرا یہ ذکر خیر سرمایۂ حیات
ہر سمت تو ہی تو ہے محمدؐ کے شہر میں

اسلام کے جو حلقۂ رحمت میں آگیا
دشمن بھی سرخرُو ہے محمدؐ کے شہر میں

مومن کے دل کے واسطے باغِ ارم ہے کیا؟
سرمست مشک بو ہے محمدؐ کے شہر میں

مدحت سرا ہے خود بھی خداوندِ ذوالجلال
صد ناز آبرو ہے محمدؐ کے شہر میں

معراجِ زندگی ہے عقیدت حضورؐ کی
ایمان کی ہے دلیل محبت حضورؐ کی

دونوں جہاں میں عام ہے شہرت حضورؐ کی
نبیوں میں محترم ہے نبوّت حضورؐ کی

جینے کی آرزو ہے نہ مرنے کا غم مگر
یارب ہمیں نصیب ہو قربت حضورؐ کی

لاکھوں شعور و فکر ہیں وحدت کے نور میں
قرآن کے اُصول ہیں دولت حضورؐ کی

مشہورِ عام ہے یہ حقیقت زہے نصیب
مجبور و بیکسوں پہ عنایت حضورؐ کی

اخلاق تھا وہ ہوگئے دشمن بھی سرنگوں
عرفان و آگہی تھی رسالت حضورؐ کی

تاریخ ہے گواہ کہ ملتی نہیں مثال
نیرؔ وہ سادگی وہ شرافت حضورؐ کی

وزیری پانی پتی

خدا کی سمت سفر کس طرح خدائی کرے
اگر وہ ذاتِ گرامی نہ رہ نمائی کرے

یہ کوئی عقدۂ دشوار ہے کہ غنچۂ دل
ہوائے خلد مدینہ گرہ کشائی کرے

سُنا ہے منزلِ عرفاں کے رہ نوردوں سے
رہِ مراد کو آساں شکستہ پائی کرے

نظر میں ہیچ ہے اس کی شکوہِ سلطانی
جو کوئے احمدؐ مختار ہے گدائی کرے

ہم اپنے طالع بیدار کی قسم کھائیں
وہ نورِ پاک جو رویا میں رہ نمائی کرے

یہی دعا ہے کہ لب پر وہ نام نامی ہو
یہ جان جسم سے جس وقت بے وفائی کرے

مرا طریق وزیری یہ ہے کہ دنیا میں
کسی کا جتنا بھی مقدور ہو بھلائی کرے

ہلال جعفری

جو محوِ وصفِ سیّدِ والا تبار ہو
کونین اس کی نوکِ قلم پر نثار ہو
تم وجہِ کن ہو لوح و قلم کا وقار ہو
تم آبروئے عظمتِ لیل و نہار ہو
یکساں ہے سب کے واسطے حسنِ کرم ترا
منگتا ہو، تاجور ہو، کوئی شہریار ہو
تم منبعِ کرم ہو یم بیکراں ہو تم
فردِ عمل ہزار مِری داغ دار ہو
اک جنبشِ نگاہِ محمدؐ کی بات ہے
کشتی ہلالؔ کی ابھی طوفاں سے پار ہو

یزدانی جالندھری

آئے ہیں در پہ طالبِ دیدار دیکھنا
اک بار ادھر بھی سیّدِ ابرار دیکھنا

محبوبِ کبریا کی محبت ہے اور میں
میری نگاہِ شوق کا معیار دیکھنا
کرتی ہے جان و دل کو عطا اک شگفتگی
میرے نبیؐ کی نزہتِ گفتار دیکھنا
آثار طیبہ جاگتے میں بھی ہیں روبرو
سوتے میں بھی وہی درودیوار دیکھنا
وہ شہرِ نور چشمِ تصور میں لاؤ تو!
ہوتی ہے کیسی بارشِ انوار دیکھنا
امیدوارِ چشمِ کرم انتساب ہوں
میری طرف بھی احمدِ مختار دیکھنا
لایا ہے مجھ کو محفلِ رحمت مآبؐ میں
مجھ پر نگاہِ طالعِ بیدار دیکھنا
سر کٹ گئے پہ جھک نہ سکے جبر کے خلاف
آلِ نبیؐ کی رفعتِ کردار دیکھنا
یزدانی! وقفِ نعتِ پیمبر ہے میرا فن
سدرہ شکار ہیں مرے افکار دیکھنا

تابش دہلوی

جذبات نگاہیں ہیں، اور دل مری آنکھیں ہیں
کیا جلوۂ طیبہ کے قابل مری آنکھیں ہیں

طیبہ ہے نظر میں بھی، اور حسنِ نظر میں بھی
ایک ایک تجلّی میں شامل مری آنکھیں ہیں

آغوش میں رحمت لے، یوں ٹھیرے ہیں پلکوں پر
اشکوں کے سفینوں کو ساحل مری آنکھیں ہیں

خیرات تجلّی کی، اے جلوۂ محبوبیؐ
کشکول نگاہیں ہیں، سائل مری آنکھیں ہیں

اک نور سفر میں ہے نظروں ہی سے نظروں تک
راہیں مری آنکھیں ہیں منزل مری آنکھیں ہیں

کیوں حل نہیں ہو پاتیں، انوارِ مدینہ میں
میرے لیے کس درجہ مشکل مری آنکھیں ہیں

اک نقشِ تحیّر ہے ایک ایک نظر تابشؔ
ہر منظرِ طیبہ کا حاصل مری آنکھیں ہیں

تاج پیامی

روشن ہے مہر سے بھی کہیں آج کی سحر
ظلمت کے بُت پڑے ہیں شکستہ اِدھر اُدھر
آتشکدے ہیں سرد تو ناقوس ہیں خموش
توحید کی صدا سے لرزتے ہیں بام و در
کسریٰ کی شان، روم کی عظمت بھی مٹ گئی
صحرانشیںؐ کی نطق کا ایسا ہوا اثر
بے جان کنکری نے کہا یہ رسولؐ ہیں
انگلی کے اک اشارہ سے شق ہو گیا قمر
چشمِ زدن میں فرش سے تا عرش تھے حضورؐ
جبریلؑ بھی پہنچ نہ سکے جس مقام پر
چھوٹے بڑے کا فرق جہاں سے مٹا دیا
اُنؐ کا کرم کہ بڑھ کے ملائک سے ہے بشر
اوصاف آپؐ کے ہوں بیاں اور تاجؔ سے
"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

خالد بزمی

ساری مخلوق کے وہ مونس و یاور آئے
بزم ہستی میں نمائندۂ داور آئے

عقل محدود کہاں، عظمتِ معراج کہاں
ہر کسی شخص کو کس طرح یہ باور آئے

آپ کے در پہ ہیں کیا چیز یہ مہتاب و نجوم
بہرِ تعظیم جہاں خسروِ خاور آئے

اہلِ حق! اب تمہیں باطل کا کوئی خوف نہیں
حق پرستوں کی صفوں میں وہ دلاور آئے

کون سمجھائے ہمیں اُن کے سوا رازِ حیات
بحرِ ہستی کے ہیں گو لاکھ شناور آئے

ہو گئے زندہ و پائندہ ابد تک کے لیے
جان و دل کر کے جو اُس در پہ نچھاور آئے

کوئی بھی اُن کے مقابل نہیں جچتا بزمی
یوں تو اس دہر میں کتنے ہی قد آور آئے

طفیل ھوشیارپوری

آمنہ بی کی آنکھ کے تارے عبداللہ کے لال
سیّد سرور تو ہے جگ میں اپنی ایک مثال

آیۂ رحمت فیض مسلسل اے شاہِ ابرار
تیرے در پر قدسی، دل کے سجدہ کریں نثار

جن کا بنی مقدر آقا تیرے پاؤں کی دھول
ذرّے بن گئے چاند ستارے کانٹے بن گئے پھول

کنکر کے ٹکڑوں کا پایا ہیرے موتی مول
میٹھے بول ہمیشہ بولے سُن کر کڑوے بول

بدلی ہے تعمیر میں آقا تو نے ہر تخریب
تیری ذات پہ ناز کرے گی انسانی تہذیب

تیرے آنے سے دنیا میں اے رحمت آثار ؐ
صحراؤں میں چشمے پھوٹے دشت بنے گلزار

سچا اور امین جہاں نے کہا تجھے تسلیم
تیرے جان کے دشمن نے بھی کی تیری تعظیم

تیرے در پر عرض یہی ہے آقا صبح و شام
گنبدِ خضرا کے سائے میں گذرے عمر تمام

قیّوم طاہر

وہ نظر کیا تھی کہ مٹی بھی گہر ہوتی گئی
راکھ جیسی شام مانندِ سحر ہوتی گئی

آیتوں کے حرف سورج کی طرح روشن ہوئے
شب زدہ بستی اُجالوں کا نگر ہوتی گئی

نام کیا لکھا کہ اندر تک اُجالے آ گئے
تجھ کو بس سوچا کہ تکمیلِ ہُنر ہوتی گئی

ایک خوش بو ہے کہ جسم و جاں میں گھُل سی گئی
ایک خوش خبری کہ بس زادِ سفر ہوتی گئی

تیری کرنوں سے جہانوں میں ہوا میر الطلوع
میری مشتِ خاک انوارِ قمر ہوتی گئی

وہ بھی کیا ہجرت تھی جس نے اعتبار ایسے دیے
چاہ گلیوں اور گھروں کی بے اثر ہوتی گئی

میرے لفظوں کے دیے اسمِ محمدؐ سے جلے
میری سوچوں پر عنایت کی نظر ہوتی گئی

قمر سنبھلی

جو بنا راہیٔ درماندہ کی ہمّت، وہ رسولؐ
جو ہوا مفلس و نادار کی قوّت، وہ رسولؐ
دن کو روزہ سے تو راتوں کو تلاوت، وہ رسولؐ
روز و شب جو رہا مشغول عبادت، وہ رسولؐ
تھا لقب جس کا امیں، قبلِ نبوّت، وہ رسولؐ
تھی عیاں جس کی زمانے پہ صداقت، وہ رسولؐ

اپنی امّت کے لیے صرف نہیں چشمۂ فیض
جو دو عالم کے لیے باعثِ رحمت، وہ رسولؐ

جس کے اوصافِ حمیدہ کا زمانہ قائل
جس کا کردار ہے آئینہ کی صورت، وہ رسولؐ

ہر اک امّت کا نگہباں ہے جو روزِ محشر
جس کو بخشی گئی نبیوں کی امامت، وہ رسولؐ

سارے عالم کو دیا درسِ اخوت جس نے
جس نے بخشا ہمیں آئینِ محبّت، وہ رسولؐ

"طلبُ العلمُ فریضہ" کہا جس نے وہ نبیؐ
جس نے دنیا سے مٹائی ہے جہالت، وہ رسولؐ

جس کا پیغام ہر ایک قوم و زمانہ پہ محیط
بن کے آیا ہے جو پیغمبرِ فطرت، وہ رسولؐ

چاند بھی ایک اشارہ پہ ہوا جس کے دو نیم
جس کی انگشت نے پائی ہے وہ طاقت، وہ رسولؐ

جس کی مٹّھی میں رہے وقت کی رفتار قمرؔ
طے کرے یوں جو دو عالم کی مسافت، وہ رسولؐ

محمد ھارون الرشید ارشد

سب سے بڑھ کر آپؐ ہیں، بعدِ خدا، خیرالانام
آپؐ خیرالنّاس، خیرالانبیاء، خیرالانام

آپ ہی کو دیکھوں اور پھر دیکھتا رہ جاؤں میں
بس یہی ہے آرزو، روزِ جزا خیرالانام

آپ ہیں اصحاب میں جیسے ستاروں میں ہو چاند
آپ ہیں سب میں مگر سب سے جُدا خیرالانام

نام بے حد محترم! القاب بے حد محتشم
رحمتِ عالم، محمد مصطفیٰ خیرالانام

انبیاؑ، اولیاؒ، وصدقؒ وصالحینؒ
جان و دل سے آپ پر سب ہیں فدا خیرالانام

میری دنیا، میری عقبیٰ، آپ ہی کی پیروی
اُمتی ہیں، آپ میرے پیشوا خیرالانام

آپ کی عظمت کے نقشِ اوّلیں پر ختم ہیں
دونوں عالم کی حدودِ ارتقاء خیرالانام

ہر لقب پیارا بھی ہے موزوں بھی ہے محمود بھی
سرورِ کونین، محبوبِ خدا خیرالانام

حشر کے بارے میں ارشد کس قدر ہے مطمئن
آپ کے ہوتے نہیں بے آسرا خیرالانام

پسِ لفظ

''بارگاہ رسولؐ'' کو بہت پہلے چھپ جانا چاہیے تھا۔ ۱۹۸۹ء میں کتابت مکمل کرالی تھی اب اتنی تاخیر کے بعد کچھ اضافہ کے ساتھ شائع کر سکنے کی سعادت میسر آئی ہے۔ اس دوسری ترتیب کے تحت جن شعراء کی شمولیت ممکن ہو سکی ہے وہ روبرو ہے۔

□□

اعجاز صدیقی

یہ روشنی ہے مرے نبیؐ کی، یہ ہے اجالا مرے نبیؐ کا
وہ نورِ صبحِ حیات کا ہیں، وہ چاند ہیں شامِ زندگی کا

کلام حق اور ذہن انساں، یہ ظرف تھا صرف آپ ہی کا
وہ باریک حرف بھی اٹھا لے، دماغ پھٹ جائے آدمی کا

خدا کے اس آخری نبی نے، خدا کا آخر پتہ بتایا
خدا پرستی کا دور آیا، تو نام ہی مٹ گیا خودی کا

یہ صبح کے عطر بیز جھونکے، یہ شام کی رنگ زا فضائیں
یہ چاندنی یہ لطافتِ شب ہے عکس تیرے جمال ہی کا

نہ صرف تم اور ہم نے مانا کشت و بیت الصنم نے مانا
عرب نے مانا عجم نے مانا، وقار فرزند ہاشمی کا

میں صرف اعجاز اپنے اللہ اور نبیؐ کے خیال میں ہوں
مجھے بھروسہ نہیں کسی پر، مجھے نہیں آسرا کسی کا

اختر بجنوری

ہادیٔ عالم، رہبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
شارع اعظم، شارح محکم صلی اللہ علیہ وسلم
دینِ مکمل، شرحِ مفصل خلق میں اول خلق میں افضل
حسن مکلل، عشق کے محرم صلی اللہ علیہ وسلم
حسنِ شرافت، کانِ ہدایت معدنِ حکمت، مخزنِ رحمت
فخرِ نبوّت شان معظم صلی اللہ علیہ وسلم
جانِ گلستاں، روحِ بہاراں نیرِ تاباں، لطفِ فراواں
نصرتِ یزداں، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
حسن کے مصدر، عشق کے محور، رحمتِ یکسر، شافعِ محشر
مونس و یاور، ہادی و ہمدم، صلی اللہ علیہ وسلم
مظہر الفت، دافع ظلمت، باعث برکت تیری رسالت
حاصلِ رحمت ورد ہے ہر دم صلی اللہ علیہ وسلم
احقر و کمتر، آپ کا اخترؔ لطف کا طالب عدل کے گستر
نور کے پیکر، جود کے قلزم صلی اللہ علیہ وسلم

عنوان چشتی

بصیرت ہو تو سمجھے آدمی رتبہ محمدؐ کا
خدا کا اس پہ سایہ، جس پہ ہے سایا محمدؐ کا
وہ دنیا ہو کہ عقبیٰ ہو، وہ محشر ہو کہ محفل ہو
پشیماں ہو نہیں سکتا کبھی شیدا محمدؐ کا
وہ اوّل ہے کہ آخر ہے، وہ ظاہر ہے کہ باطن ہے
کوئی سمجھا نہیں ہے آج تک رتبہ محمدؐ کا
فنا فی اللہ بھی وہ ہے بقا باللہ بھی وہ ہے
کہ جس نے پالیا تقدیر سے منشا محمدؐ کا
نیاز و ناز کا عالم عجب عالم ہے اے عنوانؔ
جو پردا ہے محمد کا، وہی جلوہ محمدؐ کا

رزّاق افسر

آپؐ میرے دین و ایماں، میری دنیا آپؐ ہیں
آپؐ ہیں مرا مقدر، میری عقبیٰ آپؐ ہیں
خاتمؐ پیغمبرانؐ مخدوم اسریٰ آپؐ ہیں
صاحبِ معراج کل نبیوں میں تنہا آپؐ ہیں
اسود و خضریٰ سے جھلکے آپ ہی کا نور ہے
رفعتِ افلاک میں بھی جلوہ فرما آپؐ ہیں
بیکسوں کو سر بلندی آپؐ کے در سے ملی
وقتِ مشکل خلق پر رحمت کا سایہ آپؐ ہیں
ڈوبتی نبضوں کے حق میں آپؐ ہیں آبِ حیات
نا امیدی کے تلاطم میں کنارا آپؐ ہیں
آپؐ کی نسبت کے ناتے مجھ سے راضی ہے خدا
حق تعالیٰ کے کرم سے میرے آقا آپؐ ہیں
ذکرِ اطہر آپؐ کا قرآن کا بامِ عروج
اس سے آگے کیا کہے افسر کہ کیا کیا آپؐ ہیں

حکیم منظورؔ

صبحِ ازل کے رنگوں کی تصویر محمدؐ، اللہ ہو
لمحۂ اول کی زندہ تفسیر محمدؐ، اللہ ہو

ذہنوں کی تہذیب، دلوں کی نرمی ساری محمدؐ کی
روح کے اندر گھلتی سی تاثیر محمدؐ، اللہ ہو

تہہ در تہہ سب آئینے اور سارے رنگ محمدؐ کے
نقش تمام اک خواب مگر تعبیر محمدؐ، اللہ ہو

حرفِ گل، منطق خوشبو کی چشم سنگ بھی اشک آلود
دشمن سامنے لیکن بے شمشیر محمدؐ، اللہ ہو

ان کا صدقہ، رحمت، شفقت، کرم مروت، صدق صفا
جود و سخاوت؟ سب میروں کے میر محمدؐ، اللہ ہو

ہاتھ مگر بے ہاتھ، زباں لیکن گونگی، سر جھکے ہوئے
ایسوں کی ہی بدل گئے تقدیر، محمدؐ، اللہ ہو

عجز قلم منظورؔ یہی دہرائی بات میں لکھتا ہوں
تخلیقِ انساں کی ہے توقیر محمدؐ، اللہ ہو

ڈاکٹر کرامت علی کرامتؔ

سرورِ کون و مکاں، کون؟ رسول کریمؐ
یعنی شہہ دو جہاں، کون؟ رسول کریمؐ
فخر زمین و زماں، کون؟ رسول کریمؐ
دل پہ ہیں وہ حکمراں، کون؟ رسول کریمؐ
فتنۂ ایام سے جب ہیں پریشاں سبھی
باعث امن و اماں، کون؟ رسول کریمؐ
شافع محشر وہی، ساقی کوثر وہی
راحت و آرام جاں کون؟ رسول کریمؐ
دشت ضلالت میں گم اب ہے یہاں ہر بشر
راہبر کارواں، کون؟ رسول کریمؐ
جن کی ہر اک بات ہے سلسلۂ سلسبیل
منبع لطف بیاں، کون؟ رسول کریمؐ
پرتوِ حسنِ ازل، رونقِ مہر و زحل
نورِ مہہ و کہکشاں، کون؟ رسول کریمؐ

معرفتِ حق کا در جن کے لیے کھل گیا
منزلِ معراجِ جاں، کون؟ رسول کریمؐ
گو ہیں وہ اُمّی مگر، علم کا مخزن ہیں وہ
واقفِ سرِ نہاں، کون؟ رسول کریمؐ
جاذبِ قلب و نظر، نور بہ شکل بشر
یعنی وہ رشکِ جناں، کون؟ رسول کریمؐ
سارے جہاں کے لیے، عدل کا پیغام وہ
اور شریعت کی جاں، کون، رسول کریمؐ
وید میں، انجیل میں اور صحیفوں میں بھی
ہیں وہی ہر جا عیاں، کون؟ رسول کریمؐ
معرکۂ خیر وشر، کیوں نہ ہو امت سے سر
واقفِ سود و زیاں، کون؟ رسول کریمؐ
نعت کرامتؔ لکھو، کر کے وضو اشک سے
ہوں گے نہ کیوں مہرباں، کون؟ رسول کریمؐ

رفعت سروش

زمین و آسماں کو زندگی کا اک چمن کہیے
محمد مصطفیٰ کو اس چمن کا بانکپن کہیے
وہ دامن جو دو عالم کے لیے ہے باعث رحمت
اسے خوشبوئے احمد سے معطر پیرہن کہیے
عرب سے اک صدا اٹھی، اِدھر گونجی، اُدھر گونجی
اسے اب بزم موجودات پر سایہ فگن کہیے
رموزِ دانش و حکمت رقم ہوں جس صحیفے میں
اسے خود خالقِ عالم کا اعجازِ سخن کہیے
محبت معنیٔ انسانیت، روحِ عبادت ہے
محبت کو جہاں میں اہل ایماں کا چلن کہیے

ڈاکٹر منشاءُ الرَّحمٰن خاں منشاؔ

ہمیں وجود کی غایت بتا گیا وہ شخص
خود اپنے آپ سے ہم کو ملا گیا وہ شخص

کچھ اس طرح سے دل وجاں میں ہوگیا پیوست
کہ سارے حیطۂ ہستی پہ چھا گیا وہ شخص

کمالِ وصف تو دیکھو کہ باتوں باتوں میں
رخِ حیات سے پردے اٹھا گیا وہ شخص

یہ اس کی سیرت وصورت کا اک کرشمہ ہے
بغیر دیکھے ہوئے ہم کو بھا گیا وہ شخص

کرم کی اس کے نہیں کوئی حد نہ کوئی حساب
بتائیں کیا ہمیں کیا کیا سکھا گیا وہ شخص

کسی قبیلے کسی قوم تک نہیں محدود
صراطِ نیک سبھی کو دکھا گیا وہ شخص

وہی ہے منشاؔ حقیقت میں محسنِ اعظم
ضمیرِ خفتۂ انساں جگا گیا وہ شخص

شکیل گوالیاروی

وحی کا نور تری ہر ادا میں شامل ہے
ترا فسانۂ حدیثِ حرا میں شامل ہے
یہ آفتاب یہ ماہ و نجوم کیا شے ہیں
ہر ایک ذرّہ تری خاکِ پا میں شامل ہے
دراز تر ہے خدائی میں سلسلہ تیرا
ہر اِک زمانہ تری ابتدا میں شامل ہے
جو تجھ سے پہلے رسالت مآب تھا وہ بھی
کیا جو غور تری اقتدا میں شامل ہے
ترے بغیر تو ہے ناتمام کلمۂ حق
ترا تو ذکر بھی ذکرِ خدا میں شامل ہے
دعائیں رد نہیں ہوتیں ترے غلاموں کی
درودِ پاک جو ان کی دعا میں شامل ہے
مجھے ہے فخر کہ پروانۂ رسالت ہوں
شکیلؔ میری فنا بھی بقا میں شامل ہے

سلیمان اطہر جاوید

وہ ایک نام کہ تابندگی، خوشی کی دلیل
وہ ایک نام، صحرا میں جیسے برگِ نخیل
وہ ایک نام کہ جو این و آں کا حاصل ہے
وہ ایک نام کہ قربان جس پہ ربِّ جلیل
وہ ایک نام کہ جس پر فدا ہر اِک تشبیہ
وہ ایک نام کہ جس پر نثار ہر تمثیل
وہ ایک نام کہ جو اصل دین و ایمان ہے
وہ ایک نام کہ جو ماورائے بحث و دلیل
وہ ایک نام کہ جو علم و عشق کا عرفاں
وہ ایک نام کہ جو صرف پیار کی قندیل
وہ ایک نام کہ جو وجہ خلق ارض و سما
وہ ایک نام کہ جو کائنات کی تکمیل
وہ ایک نام کہ جو بے نیاز شرح و بیاں
وہ ایک نام کہ جو اپنی آپ ہی تفصیل

کوثر صدیقی

توحید کے کلمے میں محمدؐ بھی لکھا ہے
اللہ کے بعد اسمِ محمدؐ ہی بڑا ہے
کچھ بھی نہیں سلطان کی عظمت مرے آگے
آقا کے غلاموں میں مرا نام لکھا ہے
وہ خاتمِ مرسل ہے تو ہے ختمِ رُسل بھی
اس جیسا کوئی اور نہ ہوگا نہ ہوا ہے
اس کی ہی اطاعت میں ہے دنیا کی بھلائی
اللہ نے حکم اس کی اطاعت کا دیا ہے
چالیس نمازیں پڑھوں مسجد میں نبیؐ کی
اتنی سی تمنا ہے بس اِتنی سی دعا ہے
وہ شخص جو ہے عشقِ محمدؐ میں دِوانہ
اس کے لیے فردوس کا دروازہ کھلا ہے
توریت میں انجیل میں قرآن میں کوثرؔ
نام احمدِؐ مختار کا سب میں ہی لکھا ہے

شاغل ادیب

جو دل نبیؐ کے عشق سے ہوتا نہیں ہے دور
رحمت خدا کی ہوتی ہے اس پر فدا ضرور
میں پی چکا ہوں آپ کے میخانے سے حضورؐ
ہستی تمام نشہ ہے دل سر بسر سرور
اندھیارا جہل کا مٹا، روشن ہوا جہاں
ہے نورِ علم و فہم حضورؐ آپ کا ظہور
آقا بلا بھی لیجئے اپنی پناہ میں
بے چین ہند میں ہے بہت قلبِ ناصبور
شاغل ادیبؔ! نے لکھی اِک نعت آج پھر
یہ فضل ہے خدا کا تو فیض آپ کا حضور

نذیر فتح پوری

کیا پھول، کیا بہار، کیا نکہت، تمؐ ہی تو ہو
اس رنگ کائنات کی زینت تمؐ ہی تو ہو
جتنے بھی سلسلے ہیں چمن میں وہ تم سے ہیں
پھولوں کا حسن تتلی کی چاہت تم ہی تو ہو
قرطاس اور قلم کو ملی تم سے روشنی
الفاظ اور معانی کی حرمت تم ہی تو ہو
محشر کی تیز دھوپ سے گھبرا کے امتی
سائے میں جس کے بیٹھیں گے وہ چھت تم ہی تو ہو
بے چہرگی کے دور میں یا صاحب جمالِ
آئینہ حیات کی عظمت تم ہی تو ہو
زندہ ہوں میں تمہارے ہی احساس کے طفیل
میرے لہو میں وجہ حرارت تم ہی تو ہو
تم ہو تو ہے نذیرؔ کی تخلیق کا بھرم
اس کے خیال و فکر کی وسعت تم ہی تو ہو

ارمانؔ اکبر آبادی

وہ طیب و طاہر، رحمتِ کل وہ فخر دو عالم صلِ علیٰ
وہ صاحب قرآں منبع دیں وہ ہادی اعظم صلِ علیٰ

اللہ یہ اس کی عظمت وشاں، ہیں عرش پہ بھی قدموں کے نشاں
ہے اس کا لقب محبوبِ خدا، وہ ذاتِ معظم، صلِ علیٰ

ظلمت کو عطا کی اس نے ضیاء، مانند قمر ذرّوں کو کیا
وہ شمع دو عالم صلی علیٰ، وہ نور مجسم صلِ علیٰ

خاروں کو مزاجِ گل بخشا، شعلوں کو کیا شبنم جیسا
وہ سایۂ رحمت ابر کرم، وہ خیر مجسّم صلِ علیٰ

دشمن سے محبت کی اس نے، غیروں کی حمایت کی اس نے
وہ پیکرِ خلق و مہر و وفا، وہ ذاتِ مکرّم صلِ علیٰ

ہر زخم پہ مرہم اس نے رکھا ہر درد کا درماں اس نے کیا
وہ حاذقِ دوراں صلِ علیٰ، وہ محسنِ عالم صلِ علیٰ

سرچشمۂ فیض و لطف و کرم وہ شافعِ محشر شاہِ اُمم
وہ مونسِ اعظم صلِ علیٰ وہ مشفقِ اعظم صلِ علیٰ

ابرار کرتپوری

جو نقشِ پا نبیؐ کا سر رہ گزار تھا
بے شک نویدِ آمدِ فصلِ بہار تھا
سرکار کے جمال سے روشن تھی کائنات
ہر ذرّہ اس جہان کا تنویرِ بار تھا
اصلاحِ وقت کے لیے آئے رسولِ پاکؐ
جس دم جہاں میں جہل تھا اور انتشار تھا
خالق نے اس کو تاجِ رسالت عطا کیا
جو سب سے بڑھ کے نیک تھا با اعتبار تھا
یہ بھی ہوا ہے یاد میں ان کی بہ فیضِ عشق
بیدار میں ہوا تو بہت اشکبار تھا
ابرارؔ ذہن و فکر کو مسرور کر دیا
ان کا خیال بھی تو بہت مشکبار تھا

رہبر جونپوری

ہے کہاں ایسی پھولؔ کی خوشبو
جو ہے طیبہ کی دھول کی خوشبو

مشک و عنبر کو مات کرتی تھی
جسمِ پاکِ رسولؐ کی خوشبو

سارے عالم پہ چھا گیا قرآں
ایسی پھیلی نزول کی خوشبو

میں نے مانگی جو صدق دل سے دُعا
آئی مجھ کو قبول کی خوشبو

آ رہی ہے کلامِ قرآں سے
زندگی کے اصول کی خوشبو

ایک خوشبوئے لافنا توحید
اور ساری فضول کی خوشبو

شمیم فاروقی

بخش دیں میری خطا اے رحمۃ للعالمینؐ
اے شہہ جود و سخا اے رحمۃ للعالمینؐ
جان و دل تم پر فدا اے رحمۃ للعالمینؐ
تم حبیبِ کبریا اے رحمۃ للعالمینؐ
اک ذرا نظرِ کرم ہو میرے حال زار پر
اے میرے مشکل کشا اے رحمۃ للعالمینؐ
پیش عز و جل شفاعت کردیں مرے واسطے
آپ سے ہے التجا اے رحمۃ للعالمینؐ
اپنی بیماری سے میں عاجز ہوں اے میرے حضور
دیجیے مجھ کو شفا اے رحمۃ للعالمینؐ
آپ کی رحمت کا طالب آپ کے در کا گدا
یہ شمیمؔ بے نوا اے رحمۃ للعالمینؐ

سید شمیمؔ گوہر

وفورِ عشق کی ہر آب و تاب سر پہ رہے
الٰہی سایۂ رحمت تاب سر پہ رہے

مرے رسول کچھ ایسا نصیب کردے عطا
گناہ پاؤں کے نیچے، ثواب سر پہ رہے

ردائے عشقِ شہہِ دیں کا سر پہ سایہ ہے
ہزار تپتا ہوا آفتاب سر پر رہے

یہی ہے قرض ادب، شانِ بندگی اے دوست
حروف دل میں رہیں اور کتاب سر پہ رہے

سوالِ زر کے علاوہ بھی یہ دعا مانگو
الٰہی کوئی نہ بار عتاب سر پہ رہے

ان آبگینوں سے گوہرؔ بڑا سہارا ہے
مرے رسول نہ کوئی عذاب سر پہ رہے

شارق عدیل

سب سے پیارا سب سے نیارا کالی کملی والا ہے
روح کی ٹھنڈک آنکھ کا تارا کالی کملی والا ہے

کیا اپنوں کو کیا غیروں کو سب کو یکساں پیار دیا
رحمت کا اک بہتا دھارا کالی کملی والا ہے

در سے جس کے انسانیت بامِ عروج کو چھوتی ہے
مہر و وفا کا ایسا ادرا کالی کملی والا ہے

تیرے پیچ وخم کیا ہم کو رستے سے بھٹکائیں گے
اے دنیا سردار ہمارا کالی کملی والا ہے

جس کی سفارش بن جائے گی حشر میں اک حرفِ آخر
اپنے رب کا ایسا دلارا کالی کملی والا ہے

دل میں رکھیں پھر دیوانے کیا خوف جہنم کا شارقؔ
حشر میں اک مضبوط سہارا کالی کملی والا ہے

اسرارؔ نسیمی

جو حکمِ دینِ نبی ہے تو اس سے غافل ہے
اور اس کے بعد یہ شکوہ کہ جینا مشکل ہے
نہ کرکے سجدۂ تعظیم کر دیا ظاہر!
ازل کے دن سے ہی آغازِ حق باطل ہے
میرے نصیب کو معراج ہوگئی لوگو
کہ میرا ان کے غلاموں میں نام شامل ہے
کیا ہے ایک اشارے میں چاند دو ٹکڑے
یہ معجزہ بھی تیری برتری میں شامل ہے
خدا کے واسطے امداد ناخدائے جہاں
کہ ناؤ ٹوٹی ہے طوفان ہے دور ساحل ہے
شکستہ پائی میرا کیا کرے گی اے اسرارؔ
میرے سفر کا جو شہر رسول حاصل ہے

شمس رمزی

مری حیات کا ہر لمحہ پھول ہوجائے
ترے کرم کا جو مجھ پر نزول ہوجائے

وہی دعا تو بنے گی وسیلۂ بخشش
جو بارگاہِ خدا میں قبول ہوجائے

ردا میں اپنی چھپا لینا شافعِ محشر
جو عاصیوں سے اطاعت میں بھول جائے

تمام عمر مری ذکرِ قدسؐ میں گزرے
ہو ذکر نور تو پھر اتنا طول ہوجائے

ہمارے دل میں جو ہو جذبۂ خلیل اللہ
تو پھر شرارۂ آتش بھی پھول ہوجائے

واصف عابدی سہارنپوری

نبوّت ختم جس پر ہوگئی پیغام بر ایسا
سراپا خوبیوں کا آئینہ خیر البشر ایسا

صداقت کا معلم، کلمۂ توحید کا داعی
مشیت جس پہ نازاں صاحبِ فکر ونظر ایسا

کمال صنعتِ صانع ہے اس کی شانِ یکتائی
بنائے گا کہاں اب آئینہ، آئینہ گر ایسا

رسولِ پاک کو سلمانؓ و بو ذرؓ سے ملے ساتھی
کہاں سے لائے گی دنیا نجوم ایسے قمر ایسا

محبت سرورِ عالمؐ کی لے جائے گی جنت میں
جو تیرے کام آئے گا یہ ہے رختِ سفر ایسا

جہاں جا کر طلب سے بھی سوا ملتا ہو سائل کو
بتاؤ ہے درِ شہ کے علاوہ کوئی در ایسا

جو ہے نورِ ہدایت ہر زمانے کے لیے واصف
محمدؐ مصطفٰےؐ لائے پیامِ معتبر ایسا

اکرم دھولیو

سب انبیاء سے بڑھ کے ہے عظمت رسولؐ کی
اللہ رے یہ شانِ نبوّت رسولؐ کی

توحید کا کمال ہے سیرت رسولؐ کی
تخلیق کا جمال ہے صورت رسولؐ کی

چمکا ہوا ہے باغِ تمنائے اہلِ دل
پھیلی ہوئی ہے بوئے محبت رسولؐ کی

مہکا اسی کے ساتھ نہاں خانۂ شہود
روشن ہوئی جو شمعِ رسالت رسولؐ کی

راز و نیازِ طالب و مطلوب ہے یہی
اللہ جانتا ہے حقیقت رسولؐ کی

صدیقیتؓ مقام ولایت سے ہے سوا
کی جس نے اختیار رفاقت رسولؐ کی

اکرؔم یہ فخر جس کو ملا اس کو مل گیا
اللہ کا کرم ہے محبت رسولؐ کی

ارمان نجمی

رواں ہے روح میں تو ہی لہو میں شامل ہے
ترا ہی خواب ہر اک آرزو میں شامل ہے
مرے سکوت میں روشن کلام ہے تیرا
ترا ہی ذکر مری گفتگو میں شامل ہے
نہیں ہے تجھ سے الگ میری حیثیت کچھ بھی
ترا شرف بھی مری آبرو میں شامل ہے
ملی ہیں عزم کو میرے حرارتیں تجھ سے
تری معلمی میری نمو میں شامل ہے
میں راستے سے بھٹک جاؤں یہ نہیں ممکن
وہ تیرا نور ہے جو میری خو میں شامل ہے
مری شناخت ہے قائم ترے حوالے سے
ترا سبق زہے! میری نمو میں شامل ہے
خدا سے جو بھی ملا وہ ترے وسیلے سے
ترا کرم میری ہر جستجو میں شامل ہے

واجد سحری

خوش قسمتی ہے ان کی اطاعت قبول کی
اُمت کا سائبان ہے کملی رسولؐ کی

سرمست ہو رہی ہیں عقیدت کی تتلیاں
خوش بو مہک رہی ہے رسالت کے پھول کی

یہ تو سنا ہے ہم نے کہ ٹھہری تھی کائنات
لیکن کسے خبر شبِ اسریٰ کے طول کی

شہرِ رسولِ پاک مجھے سرفراز کر
دستار چاہیے تری پاکیزہ دھول کی

آنکھوں سے اپنی گنبدِ خضریٰ کو دیکھ لوں
حسرت نکال دیجیے قلبِ ملول کی

کوئی کمی نہ آئی ہدایت کی راہ میں
بڑھتی رہیں اذیتیں اہلِ جہول کی

کردار پہلے احمد مرسل کا وہ پڑھیں
جو لوگ بات کرتے ہیں سچے رسولؐ کی

ابراہیم اشکؔ

جلتی ریت پہ سونے والے خوش بو لے کر آئے تھے
برسوں پہلے دیس عرب میں ایسے پیمبر آئے تھے

دشمن کے بھی دل میں بس کر اپنی باتیں منوالیں
ایسے میٹھے بول وفا کے ان کے لب پر آئے تھے

چھایا تھا گھنگھور اندھیرا لوگوں کے کرداروں پر
ایسے میں وہ راہ دکھانے سورج بن کر آئے تھے

پھولوں جیسے نازک تھے ہر راہِ خدا میں نکلے تو
ان کے سینے پر دشمن کے جلتے پتھر آئے تھے

ان کی بات الگ تھی سب سے، سب ہی نے مانا ہے
یوں تو اس دنیا میں کتنے اور پیمبر آئے تھے

جینے کے آداب سکھا کر دنیا کو وہ لوٹ گئے
اشکؔ وہی معراج پہ جو اللہ سے مل کر آئے تھے

عطا عابدی

جہل و عصیاں بدی کی تھی چھائی ہوئی تیرگی، تیرگی، تیرگی ہر طرف
انؐ کا تشریف لانا تھا کہ ہوگئی روشنی، روشنی، روشنی ہر طرف

چودہ سو سال پہلے کا ہر واقعہ پیکرِ شمعِ دوراں میں یوں ڈھل گیا
زیست کی شاہراہوں پہ ہے ضوفشاں آج بھی، آج بھی، آج بھی ہر طرف

دعوتِ کبریا پر حبیبِ خدا جانبِ سدرۃ المنتہیٰ جب چلے
ماہ و انجم کے لب سے ہویدا ہوئی نغمگی، نغمگی، نغمگی ہر طرف

مرحبا تین سو تیرہ کا قافلہ، زور بازوئے مومن وہ دکھلا دیا
لشکرِ کفر کے درمیاں مچ گئی، کھلبلی، کھلبلی، کھلبلی ہر طرف

خالقِ دو جہاں کا یہ احسان ہے، نعت گوئی نے بخشا یہ اعزاز ہے
مثلِ خوشبو کے پھیلی عطاؔ یہ مری شاعری، شاعری، شاعری ہر طرف

ظہیر غازی پوری

زمانے بھر میں یکتا کوئی ہستی ہو نہیں سکتی
کہ وہ اللہ کے محبوب جیسی ہو نہیں سکتی

یہ سچ ہے رحمت للعٰلمیں نے اپنی امت پر
کئے احسان اتنے جن کی گنتی ہو نہیں سکتی

فدایانِ نبیؐ کے ہاتھ سے جو دور رہ جائے
خدائے لم یزل کی ایسی رتّی ہو نہیں سکتی

زمیں سے عرش تک ہیں جن کے قدموں کے نشاں روشن
حقیقت ان کی دنیا میں کہانی ہو نہیں سکتی

رسولؐ پاک کی دنیا میں جس نے پیروی کی ہے
سرِ محشر زیادہ اس پہ سختی ہو نہیں سکتی

حکومت بیٹھ کر جو کی کھجوروں کی چٹائی پر
زمانے میں کہیں بھی ایسی شاہی ہو نہیں سکتی

ظہیرؔ اِک بار آجائیں وہ صحن خواب میں میرے
کہ اس سے بڑھ کے کچھ میری کمائی ہو نہیں سکتی

عشرت قادری

قرآں کی پہلی منزل غارِ حرا کو دیکھوں
اتنی بلندیوں سے عرشِ علیٰ کو دیکھوں

اس در پہ باریابی تقدیر میں نہ ہو تو
اک رات خواب ہی میں خیرالوریٰ کو دیکھوں

یارب عطا ہو ایسی بینائی اور بصیرت
شمس الضحیٰ کو دیکھوں، بدر الدجیٰ کو دیکھوں

حاصل ہے جب وسیلہ سرکارِ دو جہاں کا
سر سے بلند کرکے دستِ دعا کو دیکھوں

تاریک وادیوں میں وہ نور ہے سحر کا
اپنی جبیں پہ روشن اس نقش پا کو دیکھوں

صل علیٰ کی گونجیں وجد آفریں صدائیں
محوِ ثناء و مدحت ارض و سما کو دیکھوں

محراب دونوں ابرو سجادہ سا وہ دامن
سجدے کروں کہ عشرتؔ وحدت نما کو دیکھوں